امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کا شرفِ تابعیت
مؤلفہ
حافظ ظہور احمد الحسینی
خانقاہِ امدادیہ
مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام
مدینہ مسجد، محلہ زاہد آباد، حضرو، اٹک، پاکستان
057-2311400 0312-2311400

امام اعظم ابو حنیفہؒ
کا
شرف تابعیت

— تالیف —

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

زاہد آباد حضرو، اٹک، پاکستان

057-2311400, 0312-2311400

کتاب: امام اعظم ابو حنیفہ کا شرف تابعیت
تالیف: مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی
صفحات: ۲۳۰
مطبع: زی رز گرافکس لاہور
تاریخ اشاعت: ربیع الاول ۱۴۳۷ھ ـــــ جنوری ۲۰۱۶ء
ادارہ: خانقاہ امدادیہ مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام
محلہ ابوآباد حضرو اٹک پاکستان
057-2311400, 0312-2311400

انتساب

دعا اللہ تعالیٰ اور مانگنے والے کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے جو نہ کوئی آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کوئی کان اسے سن سکتا ہے۔ مگر قبولیت کے بعد ہر ایک دیکھ لیتا ہے۔ احقر کو اللہ تعالیٰ نے چند دینی کاموں کی توفیق نصیب فرمائی، لکھنے کا سلیقہ بخشا، اس کے پیچھے بھی ایک ہستی کی دعائے سحر گاہی، ان کے مصلّی پر چھلکتے ہوئے آنسو اور اُن کے سینہ میں محبت و شفقت کا موجزن سمندر ہے۔ وہ ہستی میری والدہ محترمہ مرحومہ مغفورہ ہیں جو خود تو کچھ بھی نہ پڑھی ہوئی تھیں مگر جب مجھے پڑھتے لکھتے اور کتاب کی ورق گردانی کرتے دیکھتیں تو اُن کی آنکھوں کی خوشی کی چمک آج بھی میرے لیے جنت کی تجلی ہے۔ ان کی دعائیں جنہیں میں غیب نہیں کہہ سکتا کہ مجھے وہ دنیا کے مشاہداتی منظر سے زیادہ حقیقت نظر آتی ہیں اور آج بھی میرا سہارا ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شرف تابعیت کے ثبوت کی اس خدمت کو اپنی ماں جی سے منسوب کرتے ہوئے ایصال ثواب کرتا ہوں، جن کے قدموں میں آج بھی میری جنت ہے، بلکہ ان کے قدم ہی میری جنت ہیں۔

رب کی رحمت تیرے گھر کی نگہبان رہے
حور و غلماں تیرے در کے دربان رہیں

احقر
ظہور احمد الحسینی

فہرست

رائے گرامی

امام المحدثین والفقہاء السلف حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم،
رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان، صدر مدرس و مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ:

حضرت مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تحقیق کا اعلیٰ ذوق بخشا ہے۔ ان کی کئی محققانہ تصانیف سامنے آچکی ہیں۔ خاص کر حقیت کا دفاع، جو اس دور کی اہم ضرورت ہے، ان کا خاص موضوع ہے۔ زیر نظر کتاب "امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شرف تابعیت" بھی ان کے اس ذوق کی آئینہ دار ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے اپنی اس تالیف میں موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے فضائل و کمالات کا ثبوت نہ صرف ان کی شخصیت کی عظمت ہے، ان کے اصول و قواعد اور فقہ حنفی کی عظمت شان کا بھی ثبوت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے ثبوت کے بعد فقہ حنفی کا پیروکار کا یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ فقہ حنفی براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھے ہوئے مسائل کا مجموعہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ" ہی کا حاصل ہے۔ دل سے دعا ہے، اللہ تعالیٰ مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کی اس تصنیف اور ان کے دوسرے علمی کاموں کو قبول و مقبول فرمائے اور مزید حسنات کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

سلیم اللہ خان
۲۰ شعبان ۱۴۳۶ھ / ۸ جون ۲۰۱۵ء

رائے گرامی

محقق دوراں، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ
حضرت مولانا سید کفایت شاہ بخاری دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باری تعالیٰ نے حبیب مکرم حضرت مولانا مفتی ظہور احمد الحسینی مدظلہ کو توفیق وجذبہ دفاعِ حق اور محبت امام اعظم رحمہ اللہ سے خوب خوب نوازا ہے۔ انہوں نے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے جلیل القدر تلامذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے فضائل ومناقب اور دفاع میں وقیع علمی کتب تحریر فرمائی ہیں، جو اشاعت پذیر ہوکر اہلِ علم سے خوب خوب داد وتحسین وصول کرچکی ہیں۔ ان کا تازہ کارنامہ ''امام اعظم ابوحنیفہ کا شرف تابعیت'' بھی اسی سلسلہ کی ایک روشن کڑی ہے، جس میں انہوں نے مقام تابعیت کی عظمت بیان فرمائی، محدثین کے قواعد پر تابعیت کی تعریف کی وضاحت فرمائی اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی تابعیت پر زبردست دلائل فراہم فرمائے ہیں، اور امام اعظم رحمہ اللہ کی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات اور روایت کے اثبات میں محدثین کی تصریحات جمع فرمائی ہیں۔ نیز معاندین کے شبہات کا بطریق احسن ازالہ فرمایا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے تمام متعلقات کو جامع اور بہت عمدہ علمی کاوش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرماکر مقبولیت سے نوازے اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔

آمین یارب العالمین۔

سید کفایت بخاری
۱۲رشوال ۱۴۳۶ھ/۲۹رجولائی ۲۰۱۵ء

مقدمہ

از: مولانا نثار احمد الحسینی دامت برکاتہم، حضرو، اٹک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین: امابعد:

سراج الائمہ، امام المحدثین، محسن امت، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی رحمہم اللہ تعالیٰ ۸۰ھ مطابق ۶۹۹ء میں عراق کے مرکز علم ''کوفہ'' میں پیدا ہوئے۔ ''کوفہ'' اس وقت نہ صرف عراق بلکہ عالم اسلام کا مرکز تھا۔ فتح عراق پر حضرت عمر فاروق ؓ نے ۱۷ھ میں ''کوفہ'' کا شہر آباد کیا اور وہاں کی علمی سرپرستی کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کو بھیجا، ''کوفہ'' اہل علم سے آباد ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، حضرت حذیفہ بن یمان ؓ، حضرت عمار بن یاسر ؓ، حضرت سلمان فارسی ؓ، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ جیسے جبال علم صحابہ کرام ؓ کے علاوہ ''کوفہ'' پندرہ سو اصحاب رسول ﷺ کا مسکن اور ان کی علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ ''کوفہ کی اس علمی شہرت پر باب علم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خلافت اسلامیہ کا دارالخلافہ ''کوفہ'' کو قرار دیا تو ''کوفہ'' کی علمی تابانیوں کو چار چاند لگ گئے۔

حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاِنَّمَا ظَهَرَ عِلْمُ عَلِيٍّ وَفِقْهُهُ فِي الْكُوْفَةِ.

حضرت علی ؓ کا علم اور فقہ ''کوفہ'' میں ظاہر ہوا۔[1]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کوفہ'' کے اس علمی ماحول میں پرورش پائی اور اپنے وقت کے کبار صحابہ کرام ؓ اور تابعین رحمہم اللہ، فقہاء اور محدثین سے علم

۱۔ منہاج السنۃ ۱۳۷/۴

حاصل کیا۔ مؤرخ کبیر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ کرام ؓ سے روایت حدیث کی ہے[1] حافظ عبدالقادر قرشی (م۷۷۵ھ) نے ان سات صحابہ کرام ؓ کے درج ذیل اسماء ذکر کیے ہیں۔

(۱)حضرت عبداللہ بن انیس ؓ، (۲)حضرت عبداللہ بن جزء زبیدی ؓ،
(۳)حضرت انس بن مالک ؓ، (۴)حضرت جابر بن عبداللہ ؓ،
(۵)حضرت معقل بن یسار ؓ، (۶)حضرت واثلہ بن اسقع ؓ
(۷)حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[2]

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے "کوفہ" کے اہل علم کے علاوہ دوسرے اصحاب علم و فضل مثلاً بصرہ وغیرہ اور خاص کر حرمین کے حضرات اہل علم سے بھی استفادہ فرمایا۔

آپ نے پچپن حج کیے اور ہر سفر میں علمی استفادہ فرمایا۔ اس دور میں حصول علم کا ایک ذریعہ سفر حج بھی تھا۔ آپ نے پہلا حج اپنے والد گرامی رحمہ اللہ کی ہمراہی میں سولہ برس کی عمر میں کیا اور صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن الحارث ؓ سے حدیث سنی۔ یہ کم از کم سات صحابہ کرام ؓ تو وہ ہیں جن سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے براہ راست استفادہ کیا۔ کل صحابہ کرام ؓ جو بلاواسطہ یا بل واسطہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیوخ ہیں ان کی تعداد سینکڑوں ہے۔

علاوہ ازیں آپؒ نے چار ہزار تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے علم دین حاصل کیا۔

حافظ الحدیث و ناقد الرجال امام ابوالحجاج مزیؒ (م۷۴۲ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب "تهذيب الكمال في اسماء الرجال" میں امام صاحبؒ کے ترجمہ میں آپ کے تقریباً اسی اساتذہ و حدیث ذکر کیے ہیں۔ ہم یہاں سب سے پہلے آپ کے تابعین اساتذہ کے اسماء ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد تبع تابعین اساتذہ کے اسماء ذکر کریں گے۔

۱۔ البداية والنهاية ج۷ ص۸۶
۲۔ الجواهر المضية : ج ۱ ص ۲۸

امام اعظمؒ کے تابعین اساتذہ

(۱)اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیراء، (۲)جبلہ بن سحیم (م ۱۲۵ھ/ ۷۴۳ء)، (۳)حسن بن عبیداللہ (م ۱۳۹ھ/ ۷۵۷ء)، (۴)حکم بن عتیبہ (م ۱۱۳ھ/ ۷۳۲ء)، (۵)حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۶)ربیعہ بن عبدالرحمٰن (م ۱۳۶ھ/ ۷۵۴ء)، (۷)زیاد بن علاقہ (م ۱۳۵ھ/ ۷۵۳ء)، (۸)سلمہ بن کہیل (م ۱۲۳ھ/ ۷۴۱ء)، (۹)سماک بن حرب (م ۱۲۳ھ/ ۷۴۱ء)، (۱۰)ابو رؤبہ شداد بن عبدالرحمٰن، (۱۱)طاؤس بن کیسان (م ۱۰۶ھ/ ۷۲۴ء)، (۱۲)ابوسفیان طلحہ بن نافع، (۱۳)عاصم بن کلیب (م ۱۳۵ھ/ ۷۵۲ء)، (۱۴)عاصم بن ابی النجود (م ۱۲۸ھ/ ۷۴۶ء)، (۱۵)عامر شعبی (م ۱۰۳ھ/ ۷۲۱ء)، (۱۶)عبداللہ بن دینار (م ۱۲۷ھ/ ۷۴۵ء)، (۱۷)عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج (م ۱۱۷ھ/ ۷۳۵ء)، (۱۸)عبدالعزیز بن رفیع (م ۱۰۳ھ/ ۷۲۱ء)، (۱۹)عبدالملک بن عمیر (م ۱۳۶ھ/ ۷۵۴ء)، (۲۰)عدی بن ثابت (م ۱۱۶ھ/ ۷۳۴ء)، (۲۱)عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ/ ۷۳۲ء)، (۲۲)عطاء بن سائب (م ۱۳۶ھ/ ۷۵۴ء)، (۲۳)عطیہ بن سعد عوفی (م ۱۱۱ھ/ ۷۳۰ء)، (۲۴)عکرمہ مولی ابن عباس (م ۱۰۷ھ/ ۷۲۶ء)، (۲۵)علی بن اقمر، (۲۶)علی بن حسن زرادہ، (۲۷)عمرو بن دینار (م ۱۲۶ھ/ ۷۴۴ء)، (۲۸)عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (م ۱۱۱ھ/ ۷۲۹ء)، (۲۹)قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود (م ۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۳۰)قتادہ بن دعامہ (م ۱۱۸ھ/ ۷۳۶ء)، (۳۱)محارب بن دثار (م ۱۱۶ھ/ ۷۳۴ء)، (۳۲)ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب (م ۱۱۴ھ/ ۷۳۲ء)، (۳۳)محمد بن قیس ہمدانی، (۳۴)محمد بن مسلم بن شہاب زہری (م ۱۲۵ھ/ ۷۴۳ء)، (۳۵)محمد بن منکدر (م ۱۳۰ھ/ ۷۴۸ء)، (۳۶)مقسم (م ۱۰۱ھ/ ۷۱۹ء)، (۳۷)منصور بن معتمر (م ۱۳۲ھ/ ۷۴۹ء)، (۳۸)موسیٰ بن ابی عائشہ، (۳۹)نافع مولی ابن عمرؓ (م ۱۱۷ھ/ ۷۳۵ء)، (۴۰)ہشام بن عروہ (م ۱۴۶ھ/ ۷۶۳ء)، (۴۱)ولید بن سریع مخزومی، (۴۲)یحییٰ بن سعید انصاری (م ۱۴۳ھ/ ۷۶۱ء)، (۴۳)ابو وجیہ یحییٰ بن عبداللہ کندی، (۴۴)یحییٰ بن عبداللہ الجابر، (۴۵)یزید بن

صہیب فقیر، (۴۶) یزید بن عبدالرحمٰن کوفی، (۴۷) یونس بن عبداللہ بن ابی فروہ، (۴۸) ابواسحاق سبعی (م ۱۲۹ھ/ ۷۴۷ء)، (۴۹) ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم، (۵۰) ابوحصین اسدی (م ۱۲۷ھ/ ۷۴۵ء)، (۵۱) ابوالزبیر مکی (م ۱۲۶ھ/ ۷۴۴ء)، (۵۲) ابوالسوار سلمی، (۵۳) ابوعون ثقفی (م ۱۱۶ھ/ ۷۳۴ء)، (۵۴) ابومعبد موالی ابن عباس (م ۱۰۴ھ/ ۷۲۳ء)، (۵۵) ابویعفور عبدی رحمہم اللہ تعالیٰ۔[1]

امام اعظمؒ کے تبع تابعین اساتذہ

(۱) ابراہیم بن منتشر، (۲) ابو ہند حارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی، (۳) خالد بن علقمہ، (۴) زبید یامی، (۵) سعید بن مسروق ثوری (م ۱۲۶ھ/ ۷۴۴ء)، (۶) شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی (م ۱۶۴ھ/ ۷۸۱ء)، (۷) طریف بن ابی سفیان سعدی، (۸) عبدالکریم ابو امیہ بصری، (۹) علقمہ بن مرثد (م ۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۱۰) قابوس بن ابی ظبیان، (۱۱) قیس بن مسلم جدلی (م ۱۲۰ھ/ ۷۳۸ء)، (۱۲) محمد بن زبیر حنظلی، (۱۳) محمد بن سائب کلبی (م ۱۴۶ھ/ ۷۶۳ء)، (۱۴) مخول بن راشد (م ۱۴۱ھ/ ۷۵۹ء)، (۱۵) مسلم بطین، (۱۶) ناصح بن عبداللہ المحلمی، (۱۷) ابوغسان ہیثم بن حبیب صراف، (۱۸) ابو جناب کلبی (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء)، (۱۹) ابوفروہ جہنی رحمہم اللہ تعالیٰ۔[1]

اس فہرست سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حصولِ علم کے لیے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کیسے کیسے اکابر کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

حضرت خلف بن ایوبؒ فرماتے ہیں:

صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ ثُمَّ صَارَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ، ثُمَّ صَارَ اِلَی التَّابِعِیْنَ ثُمَّ صَارَ اِلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَصْحَابِہٖ فَمَنْ شَاءَ فَلْیَرْضَ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَسْخَطْ۔[2]

علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا، پھر صحابہؓ میں تقسیم

۱۔ تهذيب الكمال (ج ۱۹، ص ۱۰۲، ۱۰۳)، طبع دار الفكر، بيروت

۲۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۶

ہوا، پھر تابعینؒ میں، اس کے بعد حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ میں آیا۔ اب جو چاہے تو خوش ہو جائے اور جو چاہے تو ناراض ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جب مسندِ علم سجائی تو اطرافِ عالم سے طالبانِ علم آپؒ کے ہاں اکٹھے ہو گئے۔ آپؒ کے درس میں قرآن و سنت سے مستنبط ہونے والے مسائل کو علمِ فقہ اور آپ کے درس کو درسِ فقہ کا نام دیا گیا۔ یہ درس تحصیلِ علم کا آخری درس ہوتا تھا اور اس درس سے استفادہ کرنے والے وہ حضرات ہوتے تھے جو ادب و لغت، روایتِ حدیث اور تفسیر کا علم حاصل کر چکے ہوں۔ یہ طالبانِ علم محدثین سے حدیثِ رسول ﷺ کے حصول کے بعد استنباطی مسائل کا درس لیتے تھے۔ درسِ فقہ کا درجہ حدیث، تفسیر اور باقی علومِ اسلامیہ سے فائق ہوتا تھا۔ اس لئے محدث، مفسر ادیب وغیرہ اپنے اپنے فن میں ماہر ہوتے جب کہ فقیہ کے لئے تمام علوم و فنون کا ماہر ہونا ضروری تھا، اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، عبداللہ بن عمروؒ کا بیان ہے کہ مشہور محدث حضرت امام اعمشؒ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک محفل میں رونق افروز تھے، اس محفل میں ایک مسئلہ پیش آیا حضرت امام اعمش محدثؒ اس کا حل نہ بتا سکے آپؒ کے شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے بتا دیا، حضرت امام اعمش محدثؒ نے آپؒ سے پوچھا یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: اسی حدیث سے جو ہم نے آپ سے روایت کی ہے۔ اس پر حضرت امام اعمش محدثؒ نے اپنے شاگرد حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اس کمال کی داد دیتے ہوئے فرمایا:۔

نَحْنُ الصَّیَادِلَۃُ وَاَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ۔[1]

ہم تو (دواؤں کا ذخیرہ رکھنے والے) عطار ہیں اور تم طبیب ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا درس بھی کتاب اللہ اور حدیثِ رسول ﷺ سے ہوتا تھا، چنانچہ صدر الائمہ مکیؒ فرماتے ہیں:

كان ابوحنيفةؒ يروى اربعة آلاف حديث، الفين لحماد والفين لسائر المشيخة.[2]

۱۔ جامع بيان العلم ۲/ ۱۳۰، ۱۳۱ ۲۔ مناقب ابی حنيفةؒ ص ۸۵ للمكی

امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں، دو ہزار حمادؒ کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علم حدیث میں اس تبحر پر امام شمس الدین الذہبیؒ نے انہیں حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تذكرة الحفاظ" میں آپ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے آپ کے تذکرہ کا آغاز "الامام الاعظم وفقيه العراق" کے القاب سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

وكان اماماً، ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبداً، كبير الشان لايقبل جوائز السلطان بل يتجر ويكتسب.[1]

امام ابوحنیفہ امام، پرہیزگار، عالم باعمل، بہت زیادہ عبادت گزار اور بلند پایہ مقام کے مالک تھے، بادشاہوں کے تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خود مزدوری کر کے روزی کماتے تھے۔

مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

سبحان اللہ، کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے اور آپ کی زندگی کے ہر علمی و عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور غنائے قلبی اور احکام و سلاطین سے بے تعلقی وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ کر نہیں رکھا۔[2]

نیز محدث حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد المقدسی الحنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے اپنی مشہور کتاب "المختصر في طبقات علماء الحديث" میں اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے طبقات الحفاظ ص ۸۰ میں آپ کا شاندار تذکرہ کیا ہے اور آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔

ان ائمہ حدیث کی شہادت سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی جلالت شان اور تبحر علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ کے درس سے اطراف عالم کے طالبان علم نے

[1] تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۶   [2] تاریخ اہل حدیث، ص ۷۹، ۸۰

استفادہ کیا، آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا شمار ممکن نہیں۔ آپؒ کے تلامذہ میں کبار تابعین، محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ شامل ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام مالکؒ آپ کے بالواسطہ شاگرد ہیں جب کہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ دونوں ائمہ فقہ اور مصنفین صحاح ستہ (چھ ائمہ حدیث) آپؒ کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ کے ستائیس اساتذہ آپؒ کے شاگرد ہیں، چونسٹھ جلیل القدر راویان حدیث جن کی عدالت اور صحت پر ائمہ جرح و تعدیل کا اتفاق ہے، ان کی سند علم حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے متصل ہے، حضرت امام بخاریؒ کو اپنی "صحیح بخاری" میں ثلاثیات یعنی ایسی روایت جس میں رسول اللہ ﷺ تک فقط تین واسطے ہوں پر بڑا ناز ہے اور واقعۃً یہ بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے۔ "صحیح بخاری" میں کل ثلاثیات بائیس ہیں جن میں سے بیس ثلاثیات حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تین خصوصی تلامذہ اور مقلدین امام مکی بن ابراہیمؒ، امام ابوعاصم نبیلؒ اور امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ سے مروی ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علمی فیض کو رب تعالیٰ نے آسمان علم پر سورج کی طرح روشن کیا، فقہ، حدیث، تفسیر کا شاید ہی کوئی درس یا مکتب فکر ہو جو آپ سے مستفیض نہ ہو۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اس علمی احسان پر آپ کو امت نے امام ابوحنیفہ کا خطاب دیا کہ جس طرح ایک باپ اپنی اولاد کے مستقبل کے لیے ان کی سہولت کا ہر سامان اکٹھا کرتا ہے اسی طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے امت کی عملی زندگی کی ضرورت فقہی مسائل کو مستنبط، مدون اور مرتب فرمایا۔

جَزَاهُ اللهُ تَعَالٰى اَحْسَنَ مَا يُجَازِى الْمُحْسِنِيْنَ. امين

تعصب کا کیا علاج ہو کہ عمل بالحدیث کے دعوے دار اور عملاً انکار حدیث کے پیروکار "جماعت غیر مقلدین" نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ آپؒ کی بیٹی کا نام حنیفہ تھا، آپ اس سے مسائل پوچھا کرتے تھے اس لیے آپ کی کنیت ابوحنیفہؒ ہے، سچ ہے کہ متعصب کے منہ میں خاک بھری جاتی ہے۔ ابوحنیفہ حضرت امام اعظم کی خود ساختہ کنیت نہیں بلکہ امت

کا عطا کردہ اعزازی لقب ہے۔

حضرت حافظ ابن حجر مکیؒ نے تصریح کی ہے کہ آپ کی حنیفہ نام کی کوئی بیٹی نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا ہے۔[1]

ساری امت حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اس علمی احسان کی ممنون اور آپؒ کی ثنا (تعریف) میں رطب اللسان ہے۔ صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

اوّل من صیّرنی محدثاً ابو حنیفۃ[2]

کہ مجھے محدّث بنانے (حدیث سکھانے) والے پہلے صاحب ابوحنیفہؒ ہیں۔

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ رحم اللہ اباحنیفۃ کان اماماً.[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی امام ابوحنیفہ پر رحمت ہو وہ (علم حدیث کے) امام تھے۔

امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں: میں نے ایک ہزار مشائخ سے ملاقات کی ہے اور ان میں سے اکثر سے احادیث لکھی ہیں۔ لیکن ان سب میں سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ پارسا اور سب سے بلند پایہ عالم پانچ شخصوں کو پایا ہے ان میں اوّلین مقام امام ابوحنیفہ کا ہے۔ امام شافعیؒ نے تمام فقہاء کو آپ کا خوشہ چین قرار دیا۔[4]

مشہور غیر مقلد مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے تصریح کی ہے کہ حفاظ حدیث میں سے امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔[5]

علم و عمل، صلاح و تقویٰ اور فہم و فراست کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کئی ایسی سعادتوں سے بھی نوازا ہوا تھا جن میں فقہ کے ائمہ اربعہ میں آپ

۱۔ "الخیرات الحسان" ص ۴۵ ۲۔ "الجواهر المضیه" ج ۱ ص ۲۵۰

۳۔ (جامع بیان العلم وفضله ج ۲ ص ۱۶۳)

۴۔ "الجواهر المضیه" ج ۱ ص ۴۹ ۵۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۵)

۶۔ تحقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۵

ہی منفرد ہیں۔ حضرت علامہ محمد بن محمود الخوارزمی رحمہ اللہ (م ۶۵۵ھ/ ۱۲۵۷ء) نے "جامع المسانید" میں تفصیلی مباحث کے ساتھ ایسی دس خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ یہاں عنوان کی مناسبت سے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف و توصیف میں کئی احادیث اور آثار آئے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی اور عملی صلاحیتوں کے ذکر کے ساتھ آپ رحمہ اللہ کے متعلق پیشین گوئی ارشاد فرمائی۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے وقت مختلف علاقوں میں بتیس (۳۲) سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کی ولادت زمانہ تابعین میں ہے۔

۳۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے براہ راست روایت حدیث کی سعادت حاصل ہے۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے براہ راست کوئی روایت حدیث نہیں۔

۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے زمانہ تابعین میں اپنے اساتذہ کے سامنے مسند اجتہاد پر براجمان ہوئے۔ ان حضرات کے سامنے فتویٰ دینا شروع کیا اور آپ کے اساتذہ نے آپ کی تائید کی۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ نے زمانہ تابعین میں اجتہاد و افتاء کا کام نہیں کیا۔

۵۔ کبار علماء سلمین کے علاوہ اکابر تابعین نے بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے۔ اس طرح آپ تابعین رحمہم اللہ کے اساتذہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کو یہ سعادت حاصل نہیں۔

۶۔ تابعین رحمہم اللہ میں سے چار ہزار حضرات کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا۔ جبکہ باقی تین ائمہ فقہ میں سے کسی نے بھی تابعین رحمہم اللہ کی اتنی بڑی تعداد سے استفادہ نہیں کیا۔

۷۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے پر کبار ائمہ اور تابعین کی جتنی بڑی تعداد نے اتفاق کیا، باقی تین ائمہ فقہ کو یہ سعادت حاصل نہیں۔

۸۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے سب سے پہلے اجتہاد اور استنباط احکام کے قواعد، جنہیں فن "اصول فقہ" کہتے ہیں، مرتب فرمایا۔

۹۔ جماعت فقہاء میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بادشاہوں کے ہدایا کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے کسب معاش کے ذرائع تجارت کو خود عملاً اختیار کیا۔

۱۰۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات شہادت فی سبیل اللہ کے شرف سے جیل میں زہر کے اثر سے ہوئی، جبکہ باقی تین ائمہ فقہ کو یہ شرف حاصل نہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس جلالت شان، منفرد خصوصیات اور فقہاء و محدثین کے اعتراف کے باوجود شومئی قسمت سے اس مقام و مرتبہ کے حاسدین بھی ہر زمانہ میں رہے ہیں۔ غیر مقلدین، جو اہل حدیث کے خوشنما لیبل کے پردہ میں انکار حدیث کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اب تک اس حسد کی آگ میں خود ہی جل رہے ہیں۔ حال ہی میں زبیر علی زئی (م ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۳ء) ایک متعصب، متعنت، مخبوط الحواس غیر مقلد گزرا ہے۔ اس نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف ایک پورا رجسٹر تیار کیا ہوا تھا، مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کرامت ہے کہ وہ کبھی امام صاحب کو کبار تابعین میں شمار کرتا، کبھی تابعین میں، کبھی ائمہ فقہاء میں اور کبھی محدثین سے خارج کر دیتا۔ یہ عجیب شخص تھا، ہر صبح اس کی تحقیق کا نیا شگوفہ پھوٹتا اور شام سے پہلے مرجھایا ہوا ہوتا۔ زبیر علی زئی کی ان قلابازیوں اور حواس باختہ حرکات کی تفصیل کے لیے برادرم مولانا ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم کی کتاب "تناقضات زبیر علی زئی" ملاحظہ کی جائے۔ پاکستان میں غیر مقلدین کے مشہور ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور میں موہب الرحیم غیر مقلد نے ابن جوزی کے حوالہ سے لکھا:

> ابوحنیفہ کے فہم و تفقہ میں لوگوں کا اختلاف نہیں ...... اس کے باوجود بھی طعن پر متفق ہیں۔[1]

۱۔ ہفت روزہ "الاعتصام"، لاہور، جلد ۶۵، شمارہ ۲۳، ۱۷/ شعبان ۱۴۳۶ھ/ ۵/ جون ۲۰۱۵ء، ص ۱۹، صفحہ مسلسل ۸۱۴

ائمہ جرح و تعدیل اور فقہاء و محدثین کی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جلالت شان اور علم و تقویٰ پر انصاف پر مبنی رائے کے باوجود چمگادڑ کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو یہ اتفاق نہ معلوم کہاں سے نظر آ گیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جلالت شان اور علمی مقام کے لیے برادرم مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب "امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام" ملاحظہ کی جائے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اس حسد و کینہ کا جواب آج سے صدیاں قبل حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (م ۱۸۱ھ/ ۷۹۷ء) نے دے دیا تھا۔ فرماتے ہیں:

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا	إِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ أَبُوْحَنِيْفَةْ
بِآثَارٍ وَفِقْهٍ فِيْ حَدِيْثٍ	كَآيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلٰى صَحِيْفَةْ
فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ	وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَةْ

- مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے آباد علاقوں اور آبادیوں کو (اپنی علمی خدمات سے) خوبصورت بنا دیا ہے۔
- حدیث میں فقہ اور آثار کے ساتھ ایسے جیسے مضبوط اور خوبصورت کتاب کی آیات صحیفہ میں خوبصورت ہیں۔
- نہ مشرقین میں اس کی کوئی مثال ہے اور نہ مغربین میں اور نہ خود شہر کوفہ میں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی حیات مستعار کے ایک ایک لمحہ کو خدمت علم اور تقویٰ و پرہیزگاری میں بسر کیا۔ آپؒ نے تمام عمر اپنے ذاتی کاروبار سے گزر بسر کی، غرباء اور طلباء کی خدمت کی اور حکومتی عہدہ قبول نہ فرمایا۔ عباسی حکمران منصور نے عہدہ قضاء کی سربراہی (چیف جسٹس) آپ کے سپرد کرنا چاہی تو آپؒ نے اس کی حکومت کے غیر شرعی اقدامات کی بنا پر یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس آوازِ حق کی پاداش میں آپ کو قید زنداں میں ڈال دیا گیا، جیل خانہ میں قید ہونے پر جب آپؒ کی مقبولیت پہلے سے زیادہ ہو گئی تو خلیفہ منصور نے آپ کو زہر دلوا دیا۔

شہادت فی سبیل اللہ آپؒ کا مقدر تھا۔ جب زہر کا اثر معلوم ہوا تو سجدہ میں گر گئے اور

وہیں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی ۔ یہ ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء کا واقعہ ہے۔ مرکزِ علم "بغداد" میں آپؒ کو سپردِ خاک کردیا گیا۔ اہلِ بغداد کا بیان ہے کہ ایسا عظیم جنازہ اور مخلوقِ خدا کا ایسا خراجِ عقیدت بغداد کی زمین کو دیکھنا پھر نصیب نہیں ہوا اور نہ کوئی ایسا رجلِ رشید ہوگا کہ مستقبل میں دیکھنا نصیب ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ان دینی خدمات اور علمی شان پر محدثین نے آپ کو حدیث "ابناءِ فارس" کی پیشن گوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت سلمان فارسیؓ پر اپنا دستِ مبارک رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: لَوْ كَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسٍ. اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہوتو ان (فارسی النسل) لوگوں میں سے کچھ مرد یا ایک مرد اس کو پالے گا۔ دوسری روایات میں علم کے بجائے ایمان اور دین کا کلمہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ امام حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) جو امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کے مایہ ناز شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ: ہمارے شیخ (امام سیوطیؒ) نے بڑے یقین کے ساتھ فرمایا ہے کہ اس حدیث کے مصداق امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ اور یہ بات حقیقت ہے اور شک وشبہ سے بالا ہے کیونکہ فارسی النسل لوگوں میں سے کوئی شخص بھی امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ کے علمی مقام کو نہ پہنچ سکا۔[1]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) اور نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد (م ۱۳۰۷ھ) نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحب کو قرار دیا ہے۔[2]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس جلالتِ شان اور دینی خدمات کے پیشِ نظر ہر دور کے محققین نے آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور آپ کے حالات پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات پر ان کتب کے مؤلفین صرف آپ کے مقلد اور تلامذہ ہی نہ تھے۔ دوسرے فقہاء کے مقلدین نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ

۱۔ عقود الجمان ص ۳۵

۲۔ "کلمات طیبات" ص ۱۶۸، "اتحاف النبلاء" ص ۴۲۳ ص ۳۵

رحمہ اللہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے حلقہ کے علاوہ دوسرے حضرات میں بھی مقبول ومحبوب ہیں۔ چند کتب اور ان کے مؤلفین کے اسماء گرامیہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ مؤلفہ ابوجعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ/۹۳۳ء)

۲۔ بستان فی مناقب النعمان مؤلفہ شیخ محی الدین قرشی صاحب الجواہر المضیہ (م ۷۷۵ھ/۱۳۷۳ء)

۳۔ شقائق النعمان فی مناقب النعمان مؤلفہ علامہ زمخشری (م ۵۳۸ھ/۱۱۴۴ء)

۴۔ مناقب ابی حنیفہ موفق الدین بن احمد مکی خوارزمی (م ۵۶۸ھ/۱۱۷۲ء)

۵۔ کشف الآثار مؤلفہ عبداللہ بن محمد حارثیؒ (م ۳۴۰ھ/۹۵۱ء)

۶۔ الانتصار لامام ائمۃ الامصار مؤلفہ مؤرخ یوسف بن قزغلی سبط ابن جوزی (م ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ء)

۷۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری (م ۴۳۶ھ/۱۰۴۵ء)

۸۔ کتاب ابوالعباس احمد بن الصلت حمانی (م ۳۰۳ھ/۹۱۵ء)

۹۔ مناقب ابی حنیفہ محمد بن محمد الکردری البزازی (م ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء)

۱۰۔ فضائل ابی حنیفہ اخبارہ ومناقبہ، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السعدی المعروف بابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ/۹۴۷ء)

۱۱۔ کتاب مواہب الشریفہ اور اس کا ترجمہ کی بہ تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان مؤلفہ ابن کاس (م ۳۲۴ھ/۹۳۶ء)

۱۲۔ تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ مؤلفہ خاتم الحفاظ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۶ء)

۱۳۔ عقود الجمان فی مناقب النعمان مؤلفہ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی (م ۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء)

۱۴۔ کتاب ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری (م ۲۹۸ھ/۹۱۱ء)

۱۵۔ کتاب ابواحمد محمد بن احمد شعبی نیشاپوری (م ۳۵۷ھ/ ۹۲۸ء)
۱۶۔ الابانۃ فی رد المشنعین علی ابی حنیفۃ مؤلفہ قاضی امام ابوجعفر احمد بن عبداللہ شیر ابازی بلخی
۱۷۔ الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان مؤلفہ شیخ ابن حجر مکی شافعی (م ۹۷۳ھ/ ۱۵۶۶ء)
۱۸۔ تنویر الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ مؤلفہ علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی (م ۹۰۹ھ/ ۱۵۰۳ء)
۱۹۔ فتح المنان فی مناقب النعمان مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۳ء)
۲۰۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ مؤلفہ امام حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۸ء)
۲۱۔ منازل الائمۃ الاربعۃ، امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسی (م ۵۵۰ھ/ ۱۰۵۲ء)
۲۲۔ ابوحنیفۃ حیاتہ وعصرہ آراءہ وفقہہ، شیخ ابوزہرہ مصری (م ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء)
۲۳۔ السہم المصیب فی کبد الخطیب، سیف الدین عیسیٰ بن ابی بکر (م ۶۲۴ھ/ ۱۲۲۷ء)
۲۴۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ، امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلی (م ۷۴۴ھ/ ۱۳۴۴ء)
۲۵۔ الدر المنظم فی مناقب الامام الاعظم، علامہ نوح بن مصطفیٰ قونوی (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۳۶۶ء)
۲۶۔ مقام ابی حنیفہ، مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء)
۲۷۔ امام ابوحنیفہ اور علم حدیث، مولانا محمد علی صدیقی رحمہ اللہ
۲۸۔ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء)
۲۹۔ امام ابوحنیفہ کی تابعیت، مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی مدظلہ
۳۰۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام، مولانا ظہور احمد الحسینی مدظلہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب وفضائل اور آپ کی دینی خدمات پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اس کا استیعاب مشکل ہے۔ بیشمار مقالات غیر مطبوعہ ہیں اور کئی مخطوطات کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ بکثرت تذکرہ عنداللہ ان کی مقبولیت کی علامت ہے۔ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانَ لَنَا فَإِنَّ ذِكْرَهُ
هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

ذکر ابوحنیفہ مشک و عنبر کا ہے خزینہ
معطر ہیں سب فضائیں اس کے فیض سے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اصول وقواعد کے ساتھ فقہ کی جو ترتیب پیش فرمائی اور مسلمانوں کو عملی زندگی کا آسان شرعی راستہ دکھایا اس کی عالمگیریت کے پیش نظر اب جبکہ سائنس نے دنیا کو ایک خیمہ بنا دیا ہے، عالم کے نظم وضبط میں فقہ حنفی ہی یکجائی کا تصور پیش کر رہی ہے اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے امت پر احسانات تازہ ہو رہے ہیں۔ احسان شناسوں کے قلب ونگاہ آپ کی عظمت کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اس کی ضرورت بھی ہمیشہ رہے گی کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے محاسن وفضائل کو بیان کیا جائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جن کمالات سے نوازا ان میں ایک مشہور شرف تابعیت بھی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جن محققین نے کام کیا ہے اس عظیم شرف کا ذکر بھی کہیں تفصیل اور کہیں اجمال سے اپنے اپنے اسلوب میں کیا ہے۔ مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی دامت برکاتہم نے بھی "امام ابوحنیفہ کی تابعیت" کے عنوان سے مستقل مقالہ لکھا ہے، لیکن:

ع
ہر گلے را بوئے دیگر است

ہر محقق کا اپنا انداز تحقیق اور ہر لکھنے والے کا اپنا اسلوب ہے۔ برادرم مولانا ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم نے بھی اس عنوان پر قلم اٹھایا اور ماشاءاللہ دو سو صفحات کے قریب ایک محققانہ تصنیف "امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شرف تابعیت" لکھ دی۔ اس کتاب میں انہوں نے بنیادی ماخذات کو سامنے رکھتے ہوئے عنوان کے مرکزی پہلو اور متعلقات پر ماشاءاللہ سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہر دعویٰ دلیل کے ساتھ، ہر بات ماخذ کے تفصیلی تعارف کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ مرکزی یا ذیلی عنوان پر اگر متقدمین یا متاخرین میں سے کسی نے کوئی اشکال پیش کیا ہے تو مؤلف دامت برکاتہم نے پورے انصاف سے اسے پیش کر کے اس کا مدلل جواب لکھا ہے۔ اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے شرف تابعیت پر مشہور اشکالات کو

الگ عنوان سے ذکر کر کے اس کا بھی محققانہ جواب دیا ہے۔ حضرت مؤلف دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے حنفیت کے دفاع کا خاص شوق اور محققانہ ذوق بخشا ہے۔ اس سے پہلے ان کی درج ذیل کتب خواص وعوام سے داد قبولیت حاصل کر چکی ہیں:

۱۔ رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ ۲۔ مسنون نماز تراویح
۳۔ چہل حدیث مسائل نماز
۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام
۵۔ تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام
۶۔ التحقيق الحسن في تائيد آثار السُّنَن
۷۔ علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات
۸۔ تناقضات زبیر علی زئی

اور مؤلف دامت برکاتہم کی چند دیگر کتب:

۱۔ مسند الامام زفر بن الہذیلؒ ۲۔ احناف کا محدثانہ مقام
۳۔ احناف محدثین کی علوم حدیث میں تصنیفی خدمات
۴۔ تذکرۃ الطحاویؒ
۵۔ تلبیسات زبیر علی زئی (جس میں مؤلف دام برکاتہم نے اپنی بعض کتب پر زبیر علی زئی غیر مقلد کے تنقیدی مضامین کا مسکت جواب دیا ہے، اور ان کے دجل وتلبیس کی خوب نقاب کشائی کی ہے)

ان شاء اللہ جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہوں گی۔

''امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شرف تابعیت'' بھی اسی سلسلۂ دفاع حنفیت کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف دامت برکاتہم کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ان کے لیے سعادت دارین اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمین یا رب العالمین بجاه النبی الكريم صلى الله عليه وسلم.

احقر نثار احمد الحسینی
۲۷ر شعبان ۱۴۳۶ھ/ ۱۵ر جون ۲۰۱۵ء

حرفِ اوّلین

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے دین کی سب سے زیادہ خدمت صحابہؓ کے بعد ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے لی ہے۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ جنہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مکمل دستور حیات مرتب کر کے امت کے ہاتھوں میں دیا۔ اس دستور حیات کا نام فقہ ہے۔ فقہ کو قواعد وضوابط پر مرتب کرنے کا سہرا جس شخص کے سر ہے اُس کا نام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (م ۱۵۰ھ) ہے کہ جس کو دنیا امام اعظمؒ کے عظیم لقب سے جانتی ہے۔ آپ کا یہ لقب آپ کے تمام فضائل ومحاسن کی عکاسی کرتا ہے، کیونکہ آپ علم وعمل، زہد وتقویٰ، ذہانت وفطانت، عظمت ومرتبت اور فقہی بصیرت، الغرض ہر لحاظ سے دیگر ائمہ مجتہدین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور وہ تمام ائمہ مجتہدین کہ جن کا سلسلۂ تقلید امت میں چلا ہے، ان میں سے آپ کو کئی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کسی دوسرے امام کو نصیب نہیں ہوئیں۔ آپ کی ان خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان تمام ائمہ میں سے صرف آپ ہی تابعی ہونے کے شرف سے بہرہ ور ہیں۔

مؤرخ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے حضرت امام صاحبؒ کے مناقب میں ایک بڑی عمدہ اور انتہائی معلوماتی کتاب لکھی ہے، اس میں انہوں نے آپ کی ان خصوصیات سے متعلق باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ موصوف اس باب کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

الباب التاسع في بعض خصائصه التي اختص بها عن غيره من الائمة رضوان الله تعالى عليهم اجمعين.

یہ نواں باب امام ابوحنیفہؒ کی اُن خصوصیات پر مشتمل ہے جو دیگر ائمہ مجتہدین

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے آپ کو ممتاز کرتی ہیں۔

پھر اس کے ذیل میں انہوں نے آپ کی سب سے پہلی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین میں آپ وہ واحد شخص ہیں کہ جو تابعی ہیں، اور اُس مبارک طبقہ سے آپ کا تعلق ہے جس کے بہتر ہونے کی خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے، اور اُس کو عدالت سے موصوف کیا ہے۔[1]

علامہ طاش کبریٰ زادہ رحمہ اللہ (م ۹۶۸ھ) بھی آپ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن جهات شرفه انه ليس بين الائمة تابعي غيره.[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شرف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ائمہ مجتہدین میں آپ کے علاوہ کوئی اور امام تابعی نہیں ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنے ایک فتویٰ میں امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کی تصریح کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

ولم يثبت ذلک لاحد من ائمة الامصار المعاصرين له كالاوزاعي بالشام، والحمادين بالبصرة، والثوري بالكوفة، ومالک بالمدينة، ومسلم بن خالد الزنجي بمكة، والليث بن سعد بمصر.[3]

یہ شرف تابعیت آپ کے ہم عصر ائمہ، جیسے شام کے امام اوزاعیؒ، بصرہ کے امام حماد بن زیدؒ اور امام حماد بن سلمہؒ، کوفہ کے امام سفیان ثوریؒ، مدینہ منورہ کے امام مالکؒ، مکہ مکرمہ کے امام مسلم بن خالد زنجیؒ اور مصر کے امام لیث بن

۱۔ عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان (ص ۱۷۹)

۲۔ مفتاح السعادۃ (۲/۱۷۴)

۳۔ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ (ص ۳۹) للسیوطیؒ، عقود الجمان (ص ۵۰) للصالحیؒ، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان (ص ۳۸) للمکیؒ

سعدؒ، میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

حافظ ابن حجرؒ نے یہاں جن ائمہ کے نام گنوائے ہیں یہ سب امام اعظمؒ کے معاصر ہیں، اور ان میں سے کوئی بھی تابعی نہیں ہے، بلکہ یہ سب ائمہ تبع تابعین (وہ لوگ جنہوں نے تابعین کو دیکھا ہے) میں سے ہیں۔ جبکہ ان کے بعد آنے والے ائمہ مجتہدین مثلاً امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) تو تبع تابعین میں سے بھی نہیں ہیں، کیونکہ ان دونوں حضرات کی کسی تابعی سے ملاقات ہونا ثابت نہیں ہے۔

مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م ۱۳۳۷ھ) غیر مقلد نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کو ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے:

یہ فضیلت بہت بڑی ہے، جس میں آپ اپنے ہم زمانہ اور ساتھیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔[1]

الغرض ائمہ مجتہدین متبوعین میں امام اعظم ابوحنیفہؒ وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں تابعی ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تابعی ہونا اس قدر ٹھوس اور وزنی دلائل سے ثابت ہے جن کا انکار کرنا چڑھتے سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے برصغیر (پاک و ہند) میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس کو امام صاحبؒ کی کوئی فضیلت بھی اچھی نہیں لگتی، اور اس طبقے کی خواہش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو امام عالی شان کا مقام عوام کی نظروں سے گرایا جائے۔ چنانچہ اس طبقے کے لوگ آپ کے اس شرف تابعیت پر بھی انگلیاں اٹھاتے رہتے ہیں، اور اس کے متعلق عوام میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پھیلانے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب امام اعظمؒ کے شرف تابعیت کے اثبات اور اس کے خلاف پھیلائے گئے شکوک وشبہات کے ازالے کے لیے لکھی گئی ہے۔

۱۔ عین الہدایۃ (۱/۱۴۴)

ابتداء میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تابعی کی فضیلت کو اجاگر کیا گیا ہے، اور اس کے بعد بحوالہ محدثین تابعی کی تعریف نقل کی گئی ہے۔ پھر اس تعریف کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے دلائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور کتاب کے آخر میں امام اعظم کی تابعیت کے خلاف غیر مقلدین حضرات کی طرف سے پھیلائے گئے شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس موضوع پر دیگر کئی اہل علم کی بھی مستقل تصانیف مطبوعہ ہیں، جن میں علامہ عبدالحی لکھنوی کی "تذکرۃ الراشد" وغیرہ اور مولانا ڈاکٹر عبدالرشید نعمانی مدظلہ کی "امام ابوحنیفہ کی تابعیت" زیادہ قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح علامہ زاہد الکوثریؒ اور علامہ عبدالرشید نعمانی صاحبؒ وغیرہ کی تصانیف میں بھی اس موضوع سے متعلق خاصی معلومات موجود ہیں۔ ہم نے اپنی اس کتاب کی تالیف کے دوران ان سب کتب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا أَحْسَنَ الْجَزَاء.

اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہمارے لیے، اور ہمارے والدین، اساتذہ ومشائخ کے لیے توشۂ آخرت بنائے، اور عامۃ المسلمین کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ أَجْمَعِيْنَ. بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

احقر العباد

ظہور احمد الحسینی غفرلہ

۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۲۰۱۴ء

بروز سوموار، بمقام چیتھم کینٹ، برطانیہ

تابعی کی فضیلت

تابعی کی تعریف

امام اعظمؒ کی تابعیت تابعی کی ہر تعریف سے ثابت ہے

امام اعظمؒ کی تابعیت پر خود آپ کی اپنی اور دیگر محدثین کی تصریحات

امام اعظمؒ کی تابعیت پر علمائے غیر مقلدین کی تصریحات

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ.

اَمَّا بَعْدُ:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شرف تابعیت کو دلائل سے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے دو چیزوں سے آگاہی ضروری ہے۔ اوّل تابعی کی فضیلت کہ قرآن وحدیث میں تابعی کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟ دوئم تابعی کی تعریف کہ محدثین کی اصطلاح میں تابعی کس خوش نصیب شخص کو کہا جاتا ہے؟ اس لیے یہاں سب سے پہلے قرآن وحدیث کی روشنی میں تابعی کی فضیلت بیان کی جاتی ہے، اور اس کے بعد ہم بحوالہ محدثین تابعی کی تعریف نقل کریں گے۔

تابعی کی فضیلت

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں مقدس ترین لوگ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ نہ صرف یہ کہ اس امت میں سب سے افضل ہیں، بلکہ یہ پاک نفوس سابقہ انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں پر بھی تقدم اور فضیلت رکھتے ہیں۔ صحابہ ہی وہ خوش نصیب جماعت ہے جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دین سیکھنے اور قرآن وحدیث کے پہلے گواہ اور راوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جس طبقہ کا مقام ومرتبہ ہے وہ تابعین عظام ہیں۔ صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین لے کر تابعین کو منتقل کیا، اور پھر تابعین سے یہ دین تمام امت تک پہنچا۔ اس طرح تابعین صحابہؓ کے بعد قرآن وحدیث کے سب سے بڑے گواہ اور راوی قرار پائے۔ قرآن وحدیث میں بھی صحابہؓ کے بعد تابعین ہی کی فضیلت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.[1]

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار میں سبقت اور پہل کرنے والے ہیں، اور جو لوگ نیکی میں ان کی اتباع کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مہاجرین وانصار اور دیگر صحابہؓ کے بعد اپنے جن خوش بخت اور پسندیدہ بندوں کا ذکر کیا ہے، مفسرین کی تصریح کے مطابق اس کے اوّلین مصداق تابعین عظام ہیں۔[2]

مولانا صلاح الدین یوسف غیر مقلد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس میں تین گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک مہاجرین کا، جنہوں نے دین کی خاطر، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر، مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے انصار جو مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی بھی خوب پذیرائی اور تواضع کی۔ اور سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا...... تیسری قسم وہ ہے جو ان مہاجرین وانصار کے خلوص اور احسان کے ساتھ پیروکار ہیں۔ اس گروہ سے مراد بعض کے نزدیک اصطلاحی تابعین ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے

۱۔ سورۃ التوبۃ (۱۰۰)

۲۔ مثلاً دیکھیے تفسیر القرطبی (۲۳۹/۸) تفسیر البغوی (۳۸۲/۲) روح المعانی (۱۳/۱۱)

مشرف ہوئے، اور بعض نے اسے عام رکھا ہے۔ یعنی قیامت تک جتنے بھی انصار و مہاجرین سے محبت رکھنے والے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے مسلمان ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ ان میں اصطلاحی تابعین بھی آجاتے ہیں۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی کئی احادیثِ مبارکہ میں صحابہؓ کے بعد تابعین کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ.

ترجمہ: اس شخص (یعنی صحابی) کے لیے خوشخبری ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کے لیے بھی خوشخبری ہے کہ جس نے اُس شخص کو دیکھا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے (یعنی جس نے کسی صحابی کو دیکھا، اور اس کا مصداق تابعی ہے) ان سب کے لیے خوشخبری اور اچھا ٹھکانا ہے۔

امام نورالدین ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

رواه الطبراني وفيه بقية وقد صرّح بالسماع فزالت الدلسة وبقية رجاله ثقات.[2]

اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی بقیہؒ ہیں جنہوں نے اپنے استاذ سے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہٰذا ان سے تدلیس کا شبہ زائل ہو گیا، جب کہ اس روایت کے باقی سارے راوی ثقہ ہیں۔

نامور حافظ الحدیث امام زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے اس حدیث کا مصداق

۱۔ احسن البیان (ص ۲۶۳) ۲۔ مجمع الزوائد (۱۰/۲۰)

صحابہؓ اور تابعینؒ کو قرار ہے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.[2]

ترجمہ: میرے صحابہ کی تکریم کرو، کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں، یعنی تابعین، پھر وہ لوگ جو ان (تابعین) کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین۔

شیخ ناصرالدین البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

هو صحيح لا شك فيه.[3]

یہ حدیث بلاشک وشبہ صحیح ہے۔

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.[4]

ترجمہ: میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ (یعنی صحابہؓ) ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہیں (یعنی تابعین) اور پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہیں (یعنی تبع تابعین)۔

امام شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ الحموی (م ۶۲۶ھ) اس حدیث کی شرح میں

۱۔ فتح المغیث (ص ۳۶۹) للعراقی
۲۔ السنن الکبریٰ (رقم الحدیث ۹۱۷۸، ۹۱۷۹) للنسائی، التاریخ الکبیر (۳/۵۳۳، ۵۳۴) لابن ابی خیثمۃ، مصابیح السنۃ (رقم الحدیث: ۴۲۲۰) للبغوی
۳۔ تحقیق مشکاۃ المصابیح (۳/۱۶۹۵)
۴۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۶۵۱، ۲۶۵۲)، صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۴۶۹-۶۴۷۰)

رقمطراز ہیں:

قوله عليه الصلاة والسلام خير القرون قرني يعني اصحابي، ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم يعني التابعين وتابعي التابعين.[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سے مراد صحابہ کرام، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ سے مراد تابعین اور ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ سے مراد تبع تابعین ہیں۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) نے بھی مذکورہ حدیث اور اس سے قبل ذکر کردہ آیت سے تابعین کی فضیلت پر استدلال کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

فخير الناس قرنا بعد الصحابة من شافه اصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وحفظ عنهم الدين والسنن وهم قد شهدوا الوحي والتنزيل.[2]

پس صحابہؓ کے بعد زمانے کے لحاظ سے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور اُن سے دین اور سنت کو لے کر محفوظ کیا، اور یہی وہ لوگ ہیں جو کہ (صحابہؓ کے بعد) وحی اور تنزیلِ قرآن کے گواہ ہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد (م ۱۳۳۸ھ) لکھتے ہیں:

صحابہ کرامؓ انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد خیر خلائق ہیں، اور سلسلہ اولیاء و اصفیاء ہیں، ان کے بعد تابعین ہیں۔[3]

۱۔ معجم البلدان (ج ۲/ ۳۸)

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۸۷)

۳۔ ہدیۃ المہدی مترجم (ص ۸۷)

تابعی کی تعریف

جمہور محدثین کے نزدیک تابعی وہ خوش نصیب شخص ہے جس نے بحالتِ ایمان کسی صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو۔ صحیح اور راجح مذہب میں تابعی ہونے کے لیے اس کا کسی صحابیؓ سے روایت کرنا، یا اس کی صحبت اختیار کرنا وغیرہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وهو من لقي الصّحابي.[1]

تابعی وہ شخص ہے کہ جس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو۔

نیز حافظ موصوف لکھتے ہیں:

وهذا هو المختار، خلافًا لمن اشترط في التابعي طول الملازمة، او صحة السماع، او التمييز.[2]

تابعی کی یہی تعریف مختار (پسندیدہ) ہے۔ یہ قول مخالف ہے ان لوگوں کے جو تابعی کے لیے کسی صحابی کے ساتھ طویل عرصہ گزارنا، یا اس کا صحابیؓ سے سماعِ حدیث ثابت ہونا، یا اس کا سنِ تمیز (کہ جب آدمی اچھے اور برے میں فرق کر سکے) میں صحابی سے ملاقات کی شرط لگاتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) تابعی کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

وهو من لقيه، وان لم يصحبه كما قيل في الصحابي وعليه الحاكم، قال ابن الصلاح وهو اقرب، قال المصنف: وهو الاظهر، قال العراقي: وعليه عمل الاكثرين من اهل

۱۔ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (ص ۱۰۲)

۲۔ ایضاً

الحدیث[1]

تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو، اگر چہ اس کی صحبت اختیار نہ کی ہو۔ جیسا کہ صحابی کی تعریف کی گئی ہے (کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو، اگر چہ اس کو آپ کی صحبت نہ ملی ہو)۔ امام حاکمؒ بھی اسی تعریف کے قائل ہیں۔[2] امام ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں کہ یہی تعریف اقرب (حق کے زیادہ قریب) ہے۔[3] اور مصنف (امام نوویؒ) فرماتے ہیں کہ یہی تعریف اظہر (زیادہ ظاہر اور واضح) ہے۔ امام عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ حدیث (محدثین) کا اسی پر عمل ہے۔[4]

نیز حافظ رضی الدین ابراہیم بن محمد الطبری المکیؒ (م ۷۲۲ھ)، حافظ برہان الدین الجعبریؒ (م ۷۳۲ھ)، حافظ بدر الدین ابن جماعہ (م ۷۳۳ھ)، حافظ برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ)، حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، حافظ ابن الحنبلیؒ (م ۹۷۱ھ)، علامہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ)، علامہ امیر یمانی صنعانیؒ (م ۱۱۸۲ھ)، علامہ سلیمان بن یحییٰ الاھدلؒ (م ۱۱۹۷ھ) اور دکتور محمود طحان وغیرہ نے بھی اسی قول کو مختار، اظہر، راجح اور اکثر محدثین کا مذہب قرار دیا ہے۔[5]

۱۔ تدریب الراوی (۲/۲۰۶)

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۸۸)

۳۔ مقدمہ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۳۱۷)

۴۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (ص ۳۹۵) للعراقی

۵۔ دیکھئے: المنتخب فی علم الحدیث (ص ۹۳)، رسوم التحدیث فی علوم الحدیث (ص ۱۳۹)، المنہل الروی فی مختصر علوم الحدیث النبوی (ص ۱۱۳)، الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح (۲/۵۲۰)، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۳/۱۳۳) للسخاوی، قفو الاثر (ص ۹۱)، شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۵۹۱)، توضیح الافکار (۲/۴۷۷)، المنہل الروی (ص ۳۴)، تیسیر مصطلح الحدیث (ص ۲۰۱)

محدث کبیر حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے تابعیت کی بحث میں لکھا ہے:

وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصحابۃ والتابعین بقولہ: طُوْبٰی لِمَنْ رَآنِی وَآمَنَ بِی، وطُوْبٰی لمن رای من رآنی. الحدیث، فاکتفی فیھما بمجرد الرؤیا.[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ اور تابعینؒ (کی فضیلت) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو یہ فرمایا ہے کہ: اُس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اور اُس شخص کے لیے بھی خوشخبری ہے کہ جس نے اس شخص کو دیکھا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے، آپ کی اس حدیث کی رُو سے صحابی اور تابعی کے لیے صرف (صحابی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور تابعی کے لیے صحابیؓ کو) دیکھنا کافی ہے۔

عصرِ حاضر کے اکابر غیر مقلدین کے نزدیک بھی تابعی کی یہی تعریف راجح ہے، اور ان کے ہاں بھی تابعی کے لیے صحابی کی صحبت اختیار کرنا یا اس سے حدیث روایت کرنا شرط نہیں ہے۔ مثلاً بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ (م ۱۴۱۶ھ) سابق شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ جلال پور لکھتے ہیں:

تابعی وہ شخص ہے جس نے بحالتِ اسلام کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مُتّبِع باِلاِحسان ہو، اور اسلام پر ہی وفات پائے۔[2]

مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م ۱۳۳۷ھ) نے بھی تابعی کی اسی تعریف کو راجح قرار دیا ہے، اور انھوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

جو یہ کہا گیا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے روایت یا سماعت شرط ہے تو یہ قول مرجوح و غیر مختار ہے۔[3]

۱۔ فتح المغیث (ص ۳۶۶) للعراقی ۲۔ اصطلاحات المحدثین (ص ۸)

۳۔ مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم (۱/۳۹)

امام اعظمؒ کی تابعیت تابعی کی ہر تعریف سے ثابت ہے

آپ نے تفصیل سے تابعی کی تعریف ملاحظہ کرلی ہے، اور اس سلسلے میں محدثین کے دو موقف آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ ایک جمہور محدثین کا موقف ہے جس کے مطابق تابعی کے لیے صرف ایک ہی شرط ہے کہ اس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو، اور یہی موقف راجح اور مختار ہے، جبکہ اس کے برعکس دوسرا موقف بعض محدثین کا ہے جو کہ مرجوح اور شاذ ہے، اس موقف کی رو سے تابعی کے لیے مذکورہ شرط کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ:

- اس نے کسی صحابیؓ کی صحبت بھی اختیار کی ہو، یا
- اس نے صحابیؓ سے سن تمیز میں ملاقات کی ہو، یا
- اس کا صحابیؓ سے سماع حدیث بھی ثابت ہو۔

اب جمہور محدثین کے موقف، جو کہ راجح اور مختار ہے، کے اعتبار سے تو امام اعظمؒ کا تابعی ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے، اس لیے کہ آپ نے ایک صحابیؓ نہیں بلکہ کئی صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، اور اس پر اس قدر ٹھوس دلائل ہیں جن کا انکار کرنا ممکن نہیں۔ لیکن اگر ہم بالفرض جمہور محدثین کے موقف کے بجائے بعض محدثین کے مرجوح اور شاذ قول کو اختیار کرلیں، اور انہوں نے تابعی کے لیے صحابیؓ سے ملاقات کے علاوہ جو تین زائد شرائط میں سے کسی ایک شرط کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، اس کو بھی معتبر مان لیں تو پھر بھی امام اعظمؒ کی تابعیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ آپ ان مذکورہ تین شرائط کے اعتبار سے بھی تابعی ہیں۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم آگے جا کر بیان کریں گے، اور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کریں گے کہ آپ محدثین کی مقرر کردہ ہر ایک شرط پر پورا اترتے ہیں۔ فی الحال ہم یہاں آپ کی تابعیت سے متعلق خود آپ کی اپنی تصریح اور دیگر محدثین وعلمائے غیر مقلدین کی تصریحات قارئین کے گوش گزار کرتے ہیں۔

امام اعظمؒ کی تابعیت پر خود آپ کی اپنی تصریح

امام اعظمؒ کے تابعی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنے تابعی ہونے کی خود تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ امام حسین بن علی صیمریؒ (م ۴۳۶ھ)، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے بہ سند متصل خود آپ کا اپنا بیان نقل کیا ہے، جس میں آپ نے استخراج مسائل سے متعلق اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

> آخذ بكتاب الله، فما لم اجد فبسنة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فان لم اجد في كتاب الله ولا سنة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اخذت بقول اصحابه، آخذ بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم، ولا اخرج من قولهم إلى قول غيرهم. فاذا انتهى الامر، او جاء إلى ابراهيم، والشعبي، وابن سيرين، والحسن، وعطاء، وسعيد بن المسيّب وعدد رجالًا، فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا[1]
>
> میں (کسی بھی شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ (قرآن مجید) سے لیتا ہوں، اگر اس کا حل قرآن مجید میں نہیں پاتا تو پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں، اور اگر مجھے اس مسئلہ کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کو لیتا ہوں اور ان میں سے جس کا قول (مجھے راجح معلوم ہوتا ہے) اس کو لے لیتا ہوں، اور ان میں سے جس کا قول

[1] اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۴)، تاریخ بغداد (۱۳/ ۳۶۵)، الانتقاء (ص ۱۴۲-۱۴۳)

Scanned by CamScanner

(مرجوح معلوم ہو) اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن صحابہؓ کے آثار کی موجودگی میں کسی غیر صحابی کے قول کو نہیں لیتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، سعید بن مسیبؒ اور ان جیسے دیگر تابعین تک پہنچ جائے (تو چونکہ وہ بھی میری طرح مجتہدین تھے، لہٰذا) جیسے انہوں نے اجتہاد کیا، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

فاذا جاء عن التابعین زاحمتھم۔[1]

جب کوئی مسئلہ تابعین سے آتا ہے تو میں اُن کا مقابلہ کرتا ہوں۔

اس بیان میں امام عالی شان نے صاف تصریح فرما دی ہے کہ آپ علم و اجتہاد میں ان نامور تابعین مجتہدین کے ہم پایہ ہیں، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مجتہد بھی ہیں اور تابعی بھی ہیں، کیونکہ تابعین مجتہدین کی مزاحمت وہی کر سکتا ہے کہ جو خود ان ہی کی طرح اجتہاد اور مقام تابعیت پر فائز ہو۔

جلیل المرتبت محدث و فقیہ امام حافظ الدین محمد کردریؒ (م ۸۲۷ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے مذکورہ بالا بیان سے یہی استدلال کیا ہے۔[2]

۱۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۲۳)، فضائل ابی حنیفہ واخبارہ ومناقبہ (ص ۲۱۲)

۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۷۵، ۷۶، ۳۵) للکردری

امام اعظمؒ کی تابعیت پر دیگر محدثین کی تصریحات

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اپنی تصریح کے علاوہ محدثین کی ایک بڑی تعداد نے بھی کھلے لفظوں میں آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے، اور یہ وہ محدثین ہیں کہ جو اپنی علمیت، ثقاہت اور ورع و تقویٰ میں شہرۂ آفاق ہیں۔ ان اجلّہ محدثین میں سے بعض کی تصریحات حسب ذیل ہیں۔

امام مجد الدین ابو السعادات مبارک ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ھ)، جو کہ "جامع الاصول" اور "غریب الحدیث" وغیرہ جیسی کتب نافعہ کے مصنف اور بتصریح ذہبیؒ: الرئیس، العلامۃ، البارع الاوحد اور البلیغ تھے[1] نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

وابو حنیفۃ تابعی بلاخلاف۔[2]

امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام ابواحمد محمد بن احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) جو کہ محدث خراسان، الامام، الحافظ اور الجہبذ تھے،[3] نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

نشأ بالکوفۃ ومات ببغداد ویعد فی التابعین۔[4]

آپ نے کوفہ میں پرورش پائی اور بغداد میں فوت ہوئے، اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام محمد بن اسحاق المعروف بہ "ابن الندیم" (م ۳۸۵ھ) جو کہ قدیم مؤرخ ہیں، امام ابن الساعیؒ (م ۶۷۴ھ) اور امام یاقوت الحمویؒ (م ۶۲۶ھ) نے ان کی وسعت علمی کی

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۳۸۸/۲۱)

۲۔ المختار من مناقب الاخیار (۲۲۹/۴)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱۲۳/۳) للذہبیؒ ۴۔ کتاب الاسامی والکنی (۱۷۵/۴)

بہت تعریف کی ہے۔[۱]

نامور غیر مقلد لکھاری مولانا محمد اسحاق بھٹی نے بھی ان کو وسیع النظر اور بے انتہا معلومات کا حامل قرار دیا ہے۔[۲]

موصوف امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان من التابعين ولقي عدة من الصحابة.[۳]

امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے ہیں، اور آپ نے کئی صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام یوسف بن عبداللہ المعروف بہ "ابن عبدالبرؒ" (م ۴۶۳ھ) جن کو حافظ ذہبیؒ: شیخ الاسلام اور حافظ المغرب وغیرہ عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں، انہوں نے بھی امام اعظمؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے۔[۴]

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) جو امام ابن عساکرؒ اور امام ابن الجوزیؒ وغیرہ جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں، امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ان کو عوام وخواص میں قبول تام حاصل تھا۔[۵] موصوف نے امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

فابو حنيفة ادرك الصحابة رضي الله عنهم فهو من التابعين.[۶]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے، اور آپ تابعین میں سے ہیں۔

۱۔ الدر الثمین فی اسماء المصنفین (ص ۱۹۳) بحوالہ الوجیز (ا/۲۳۷)
۲۔ الفہرست مترجم (ص ۵)
۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۵)
۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۲۱۷)
۵۔ کتاب المستفاد فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالحدیث (ا/۵۷۳)
المنتظم (۱۸/۱۰۵)
۶۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۱۳۹)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جو علوم حدیث کی ایک عبقری شخصیت ہیں۔ حافظ سیوطیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان دلنشین القاب سے کیا ہے:

الإمام الحافظ، مُحَدِّثُ العصر، خَاتِمَةُ الْحُفَّاظ، مُؤَرِّخُ الْإِسْلَام، فَرْدُ الدَّهر، اَلْقَائِمُ بِاَعْبَاءِ هٰذِهِ الصِّنَاعَة.[۱]

موصوف نے امام اعظمؒ اور آپ کے تلامذہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے مناقب میں ایک شاندار کتاب تالیف کی ہے، اس میں وہ امام صاحبؒ کا سن ولادت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وذلك في حياة جماعة من الصحابة رضي الله عنهم، وكان من التابعين لهم ان شاء الله باحسان.[۲]

امام ابوحنیفہ کی ولادت کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت باحیات تھی، اور آپ ان شاء اللہ[۳] نیکی میں ان کے تابعین میں سے ہیں۔

نیز ذہبیؒ نے آپ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۲۱)
۲۔ مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۰)
۳۔ حافظ ذہبیؒ نے یہاں إن شاء الله کا لفظ بطور تاکید استعمال کیا ہے، جیسا کہ خود موصوف نے حافظ عبدالغنی بن سعید الازدیؒ (م ۴۰۹ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے: إن شاء الله على معنى التاكيد. (سیر اعلام النبلاء، ۱۷/۲۶۹) یعنی یہاں إن شاء الله تاکید کے معنی پر محمول ہے۔ بنابریں حافظ ذہبیؒ نے اپنے مذکورہ بالا بیان میں بھی امام صاحبؒ کی تابعیت کو بیان کرتے ہوئے جو إن شاء الله کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ ضرور تابعین میں سے ہیں۔ لہٰذا ایک جاہل اور متعصب غیر مقلد محمد رئیس ندوی کا اس لفظ إن شاء الله کی وجہ سے حافظ ذہبیؒ کے اس قول کو شک پر محمول کرنا (اللمحات ۲/۲۲۰، ۲۲۱) جہاں عقل وفہم سے کوسوں دور ہے، وہاں یہ خود ذہبیؒ کی اس تصریح کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غیر مقلدین کو فہم سلیم نصیب فرمائے۔ آمین۔

الامام يُعدُّ في التابعين.[1]

آپ وہ امام ہیں کہ جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام زین الدین عبدالرحیم عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ محدثین کے استاذ اور بقول سیوطیؒ: الامام الکبیر اور حافظ العصر تھے،[2] انہوں نے مشہور راویٔ حدیث عمرو بن شعیب (م ۱۱۸ھ) کے بارے میں لکھا ہے:

انه قد روى عنه جماعة كثيرون من التابعين (ان سے تابعین کی ایک بڑی جماعت نے حدیث روایت کی ہے)۔

اور پھر حافظ موصوف نے ان تابعین کے جو اسماء گنوائے ہیں اُن میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا اسم شریف بھی گنوایا ہے۔[3]

امام برہان الدین ابراہیم بن موسیٰ ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ) بھی حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نامور محدثین کے استاذ اور جلیل المرتبت محدث ہیں۔[4] انہوں نے بھی امام ابوحنیفہؒ کو عمروؒ بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[5]

امام شمس الدین محمد بن ابوبکر دمشقی المعروف بہ "ابن ناصر الدین" (م ۸۴۲ھ) جو کہ نامور حافظ الحدیث اور مُتَبَحِّر مُحَدِّث ہیں،[6] بھی امام اعظمؒ کو تابعی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ موصوف امام اعظمؒ کے تلمیذِ رشید امام قاضی ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کے ترجمہ میں لکھتے

۱۔ المقتفى في سرد الكنى (۱/۲۳۶)　　۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۴۳)

۳۔ التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۱۳۲)، نیز دیکھئے: فتح المغیث (ص ۳۴۷) للعراقی

۴۔ دیکھئے: ذیل الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ (ص ۳۳، ۳۴) لابن حجرؒ، الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع (۱/۱۷۳) للسخاوی

۵۔ الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح (۲/۵۴۰)

۶۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے: طبقات الحفاظ (ص ۵۵۰)، القبس الحاوی لغرر ضوء السخاوی (۲/۲۴۹-۲۵۲)، الدارس فی تاریخ المدارس (۱/۳۲-۳۳)

ہیں:

وكتب العلم عن طائفة من التابعين.

امام ابو یوسفؒ نے تابعین کی ایک جماعت سے علم لکھا ہے۔

اور پھر موصوف نے امام ابو یوسفؒ کے ان تابعین اساتذہ میں سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔[1] یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام ابن ناصر الدینؒ کے نزدیک امام ابو یوسفؒ کے تابعین اساتذہ میں امام اعظم سرِ فہرست ہیں۔

امام احمد بن علی عسقلانی المعروف بہ "ابن حجرؒ" (م ۸۵۲ھ) کے محدثانہ مقام سے کون ناواقف ہوگا؟ حافظ سیوطیؒ نے ان کو: شیخ الاسلام، امام الحفاظ فی زمانہ، حافظ الدیار المصریہ اور حافظ الدنیا کے القاب سے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔[2] موصوف اپنے ایک فتویٰ میں امام اعظمؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے جو کہ آپ کے سنِ ولادت ۸۰ھ کے بعد کوفہ میں سکونت پذیر تھے، اس لیے آپ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں۔

امام ابن حجرؒ کے شاگردِ رشید امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) جن کی بابت امام نجم الدین غزیؒ (م ۱۰۶۱ھ) نے "الشیخ، الامام، العلامۃ، المسند اور الحافظ المتقن" وغیرہ القاب استعمال کیے ہیں،[4] انہوں نے امام صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

۱۔ التبیان لبدیعۃ البیان (۱/۳۳۹)

۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۵۲)

۳۔ الخیرات الحسان (ص ۳۱)

۴۔ الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ (۱/۵۳)

احد من عد في التابعين.[1]

آپ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی (م ۹۲۳ھ) جو امام سخاویؒ کے شاگرد اور امام غزیؒ کی تصریح کے مطابق: الشيخ الامام العلامة، الحجة الرحلة الفهامة، الفقيه النبيه، المقرى المجيد، المسند المحدث تھے۔[2] یہ عظیم الالقاب محدث بھی امام اعظم کو تابعین کے زمرے میں شمار کرتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی شرح بخاری میں ایک مسئلہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

هذا مذهب من الصحابة كابن عباس وعلي ومعاوية وانس بن مالك وخالد وابي هريرة وعائشة وام هاني ومن التابعين الحسن البصري وابن سيرين والشعبي وابن المسيب وعطاء وابو حنيفة...[3]

یہ جمہور کا مذہب ہے۔ چنانچہ صحابہ میں سے حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت انس بن مالک، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے امام حسن بصری، امام محمد بن سیرین، امام شعبی، امام سعید بن مسیّب، امام عطاء بن ابی رباح اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔

اس بیان میں امام قسطلانیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے تابعین میں سے ہونے کی کھلم کھلا تصریح کردی ہے۔

امام جلال الدین عبدالرحمان بن ابوبکر سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) مشہور صاحب التصانیف محدث ہیں، امام غزیؒ (م ۱۰۶۱ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز: الشیخ، الامام، المحقق، المسند

۱۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۳/۲۵۷) للسخاوی
۲۔ الکواکب السائرۃ (۱/۱۲۸)
۳۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری (۱/۳۹۰)

الحافظ اور شیخ الاسلام کے القاب سے کیا ہے۔[1] امام موصوف بھی امام ابو حنیفہ کو تابعین میں سے قرار دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی "تاریخ مصر" میں جب وہاں کے تابعین کا ذکر کیا تو ان کو تین طبقات میں تقسیم کیا، اور ان میں سے تیسرے طبقے کا تعارف کراتے ہوئے انہوں نے اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

طبقة الاعمش وابي حنيفة. (امام اعمشؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا طبقہ)[2]

گویا امام سیوطیؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے استاذ الحدیث امام اعمشؒ کا تابعین میں سے ہونا اس قدر یقینی اور واضح ہے کہ ان کے معاصرین تابعین کا تعارف کراتے ہوئے ان کے طبقے کو ان دو عظیم ہستیوں کے نام سے معنون کرنا ہی مناسب ہے۔

نیز سیوطیؒ نے بحوالہ حافظ عراقی، امام اعظم کو عمرو بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[3]

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی (م ۹۴۲ھ) وسیع العلم محدث، مورخ الشام اور "سیرۃ الشامیۃ" وغیرہ جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں، امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔[4] موصوف ارقام فرماتے ہیں:

اعلم رحمك الله ان الامام ابا حنيفة رضي الله عنه من اعيان التابعين.[5]

جان لے! اللہ تجھ پر رحم کرے، بے شک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔

شارح مشکوۃ امام احمد بن محمد المعروف بہ "ابن حجر مکیؒ" (م ۹۷۳ھ) جو بتصریح امام

۱۔ الکواکب السائرۃ (۱/۲۲۷)، نیز دیکھئے: الضوء اللامع للسخاوی (۱/۳۳۰-۳۳۳)
۲۔ حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ (۱/۳۳۰)
۳۔ تدریب الراوی (۲/۱۱۹)
۴۔ دیکھئے شذرات الذہب (۸/۲۵۰)
۵۔ عقود الجمان (ص ۴۹)

غزیؒ: العلامہ اور شیخ الاسلام تھے،[1] نے اپنی ''شرح مشکوٰۃ'' میں امام صاحبؒ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

وھو الامام الاعظم، فقیہ اھل العراق، ومن اکابر التابعین.[2]

آپ امام اعظمؒ، اہل عراق کے فقیہ اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔

نیز امام صالحیؒ اور امام مکیؒ امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

فابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ من اعیان التابعین وداخل فی قولہ تعالی: وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (سورۃ التوبۃ: ۱۰۰)[3]

امام ابوحنیفہؒ فضلائے تابعین میں سے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہیں: اور جن لوگوں نے ان (صحابہؓ) کی تابعداری کی نیکی میں، اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

امام مرعی بن یوسف حنبلی مقدسیؒ (م ۱۰۳۳ھ)، بتصریح امام محمد امین المحبیؒ (م ۱۱۱۱ھ): امام، محدث، فقیہ اور وسیع الاطلاع تھے،[4] انہوں نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وکانت ولادتہ فی عصر الصحابۃ، وھو من التابعین علی الصحیح.[5]

۱۔ الکواکب السائرۃ (۳/ ۱۰۱، ۱۰۲)، نیز دیکھئے: تاریخ اہل حدیث (ص ۳۳۵)
۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۱/ ۷۷) للقاری
۳۔ عقود الجمان (ص ۵۰، ۵۱)، الخیرات الحسان (ص ۴۸)
۴۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر (۴/ ۳۵۸)
۵۔ تنویر بصائر المقلدین فی مناقب الائمۃ المجتہدین (ص ۵۲)

آپ کی ولادت صحابہؓ کے زمانے میں ہوئی، اور صحیح قول کے مطابق آپ تابعین میں سے ہیں۔

صاحب التصانیف محدث امام محمد علی بن محمد علان مکی شافعیؒ (م ۱۰۵۷ھ)، بتصریح امام محمد امین المحبیؒ: واحد الدھر فی الفضائل (فضائل میں یکتائے زمانہ)، مفسر، مُحیی السُّنّۃ اور علمائے مفسرین وائمہ محدثین میں سے تھے،[1] انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کبار تابعین میں سے قرار دیا ہے۔[2]

امام برہان الدین ابراہیم بن حسن کورانی شافعیؒ (م ۱۱۰۱ھ)، جو کہ بتصریح علامہ شوکانی: الامام الکبیر اور المجتہد تھے،[3] علامہ مرادیؒ نے بھی ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔[4] امام موصوف اپنی کتاب ''المسالک الابرار من حدیث نبی المختار'' میں امام اعظمؒ کی بابت لکھتے ہیں:

فھو من التابعین رضی اللہ عنہ.[5]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں۔

امام اسماعیل بن محمد عجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) جن کو امام محمد بن خلیل مرادیؒ (م ۱۲۰۶ھ) نے ''الشیخ، الامام، العالم الھمام، الحجۃ الرحلۃ، العمدۃ بالورع'' وغیرہ جیسے عظیم القاب سے ملقب کیا ہے،[6] آں موصوف امام صاحبؒ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

۱۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر (۳/ ۱۸۳)، نیز دیکھئے: ''عقد الجواھر والدرر فی اخبار القرن الحادی عشر (ص ۲۰۱- ۲۰۳) للعلوی
۲۔ الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ (۱/ ۲۲۳)
۳۔ البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع (۱/ ۱۲)
۴۔ سلک الدرر فی القرن الثانی عشر (۱/ ۵)
۵۔ ''ثبت ابن عابدین'' المسمّی عقود اللآلی فی الاسانید العوالی (ص ۲۵۵)
۶۔ سلک الدرر فی القرن الثانی عشر (۱/ ۲۵۹)

احد من عُدَّ فی التابعین.[١]

آپ اُن ائمہ میں سے ایک ہیں کہ جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام محمد بن عبدالرحمان بن الغزیؒ (م ١١٦٧ھ) بتصریح امام مرادیؒ: عالم، فاضل، محدث بحریر تھے، موصوف امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

التابعی الجلیل، لقی جماعۃ من الصحابۃ.[٣]

آپ جلیل القدر تابعی ہیں، اور آپ نے متعدد صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام احمد بن عبدالمنعم الدمنہوری الشافعیؒ (م ١١٩٢ھ) جو کہ:

امام اہل العصر، علامۃ الوقت اور عالی السند محدث تھے۔[٤] انہوں نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

فہو من التابعین علی الصحیح.[٥]

آپ صحیح قول کے مطابق تابعی ہیں۔

عصر حاضر کے نامور محقق وادیب شیخ ابوزہرہ مصریؒ (م ١٣٩٤ھ) نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

ان کتاب المناقب جمیعًا یذکرون انہ التقی ببعض الصحابۃ وبعضہم یذکر انہ روی عنہم احادیث، وانہ ارتفع بذلک الی رتبۃ التابعین، ویسبق بہذا الفضل الفقہاء الذین عاصروہ کسفیان الثوری والاوزاعی ومالک وغیرہ من اقرانہ.[٦]

١۔ مقدمہ اربعون العجلونیہ (ص ٢٠)

٢۔ سلک الدرر (٤/٥٢)

٣۔ دیوان الاسلام (٢/١٥٢)

٤۔ فہرس الفہارس والاثبات (١/٣٠٤،٣٠٥) للکتانی، الاعلام (١/١٥٨) للزرکلی

٥۔ إتحاف المُهتدین بمناقب أئمۃ الدِّین (ص ٥٢)

٦۔ ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ (ص ٥٩)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب نویس سب یہی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے، اور ان میں سے بعض تو یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے ان صحابہؓ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو تابعین کے رتبہ پر فائز مانا گیا ہے، اور اس شرف تابعیت کی وجہ سے آپ کو اپنے معاصر فقہاء، جیسے امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ اور آپ کے دیگر معاصر ائمہ پر برتری حاصل ہے۔

قارئین امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی یہ تصریحات آپ نے ملاحظہ کی ہیں کہ یہ محدثین کس قدر واشگاف الفاظ میں امام صاحبؒ کی تابعیت کو بیان کر رہے ہیں، اور ان تصریحات کے ضمن میں خود ان محدثین کا تعارف بھی آپ کے سامنے آ چکا ہے کہ یہ محدثین خود کتنے علمی پایہ کے لوگ ہیں؟ اب ان محدثین کی تصریحات کے بعد بھی کیا امام صاحبؒ کی تابعیت میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے؟ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہاں جن محدثین کی تصریحات نقل ہوئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی محدث حنفی نہیں ہے، بلکہ یہ سب محدثین دیگر مذاہب مالکی، شافعی اور حنبلی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے یہاں عمداً کسی حنفی محدث کا حوالہ نقل نہیں کیا، تاکہ کسی قسم کی جانبداری کا شبہ پیدا نہ ہو سکے، اور ایک غیر جانبدارانہ موقف آپ کے سامنے آ جائے۔ لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت سے متعلق ان غیر جانبدار محدثین کی گواہی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

امام اعظمؒ کی تابعیت پر علمائے غیر مقلدین کی تصریحات

ان محدثین کے علاوہ عصر حاضر کے کئی نامور علمائے غیر مقلدین نے بھی امام اعظمؒ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے۔ مثلاً نامور غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید سوہدروی (م۱۳۷۹ھ) لکھتے ہیں:

> تابعین حضرات میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔[1]

مشہور غیر مقلد لکھاری مرزا حیرت دہلویؒ نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ (ش۱۲۴۶ھ) کا امام اعظمؒ کے بارے میں یہ بیان بلا جرح وقدح نقل کیا ہے کہ:

> آپ کا نام نعمان ہے اور کنیت ابوحنیفہ ہے، اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے ـــــ اور آپ کو تابعی ہونے کا افتخار بھی حاصل تھا، چونکہ مجھے اس میں کوئی ردو قدح نہیں کرنی ہے، میں تو تواریخ پر بھروسہ کر کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے بچپن کے زمانہ میں انس صحابی کو دیکھا تھا جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار تھے۔[2]

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (م۱۴۰۹ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صحابہ کو دیکھنے کے لحاظ سے تابعی ہیں۔[3]

مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م۱۳۳۷ھ) جو کہ مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م۱۳۲۰ھ)

۱۔ سیرۃ ثنائی (ص۵۶)

۲۔ سیرت طیبہ شاہ اسماعیل شہید (ص۸۲)

۳۔ حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ (ص۱۲۱،۱۲۲)

کے شاگرد اور نامور غیر مقلد عالم ہیں،[1] انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے قول، کہ پانچواں طبقہ وہ ہے جنہوں نے ایک یا ایک سے زائد صحابہ کو دیکھا ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ومن ههنا قيل لابي حنيفة انه تابعي فقد صح انه راى انسا۔[2]

اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں، کیونکہ یہ بات صحیح ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

نیز موصوف نے عنوان "فروغ اعمال وظہور اجتہاد" کے ذیل میں لکھا ہے:

> امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے علمائے مجتہدین کے اعتبار سے ہمارے نزدیک علمائے مجتہدین اعظم میں سے ہیں، اس طرح پر کہ یہ دوسرے تمام مجتہدوں سے اجتہاد میں اگر بڑھ کر نہ ہوں پھر بھی ان سے کمتر نہیں ہیں، برابر ضرور ہیں۔ پھر امام ابوحنیفہ کو دوسروں پر دو باتوں میں بلاشبہ افضلیت حاصل ہے، ایک یہ کہ تابعی ہیں، کیونکہ انہوں نے بالاتفاق حضرت انسؓ کو دیکھا ہے جیسا کہ (میں نے) "فتاویٰ ہندیہ" کے مقدمہ میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اس طرح فرمان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام "طوبیٰ لمن رآنی" "الحدیث" سے حاصل شدہ فضیلت پانے کے مستحق ہیں۔ اور یہ فضیلت بہت بڑی ہے، جس میں آپ اپنے ہم زمانہ اور ساتھیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہی نے فقہ کے اجتہاد وقواعد استنباط کے اصول مروجہ طریقوں پر سب سے پہلے لوگوں کو بتائے۔ اس بناء پر امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اہل فقہ کے لیے سب سے بہتر ہیں۔ یہ دونوں خصوصیتیں آپ کے اندر آپ کی فضیلت کے لیے بلاشبہ قوی دلیل

۱۔ دیکھئے: تراجم علمائے حدیث ہند (ص۵۲۶) از مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی، برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ (ص۳۵۰) از مولانا محمد اسحاق بھٹی

۲۔ تعقیب التقریب حاشیہ تقریب التہذیب (ص۲)

ہیں، اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ یا اعتراض انصاف سے خارج ہے۔[۱]

نیز موصوف نے "فتاوی ہندیہ" المعروف "فتاوی عالمگیری" کے مقدمہ میں لکھا ہے:

واضح ہو کہ امام (ابوحنیفہؒ) کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے، بعض نے نفی کی، اور بعض نے اثبات کیا اور یہی راجح ہے۔[۲]

نیز موصوف حضرت انسؓ کو امام اعظمؒ کے دیکھنے پر کئی محدثین کی شہادتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضرت انسؓ کو دیکھنے پر ائمہ علمائے مذکورین متفق ہیں، پس ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے کے لیے اس قدر کافی ہے۔[۳]

نیز موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حدیث سے جو معنی ثابت ہوئے، ان کے موافق تابعی ہیں۔[۴]

عصر حاضر کے نامور غیر مقلد عالم شیخ ناصر الدین البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے بھی امام اعظمؒ کو صغار تابعین میں سے قرار دیا ہے۔[۵]

۱۔ عینی الہدایہ (۱/۱۳۳)

۲۔ فتاوی عالمگیری مترجم (۱/۳۹)

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۲/۲۱۹، ح ۱۲۲۰)

✦

صحابہؓ کے دورِ مسعود میں امام اعظمؒ کی ولادت

✦

امام اعظمؒ کے سنِ ولادت سے متعلق مؤرخین کے مختلف اقوال

✦

امام اعظمؒ کے زمانہ ولادت میں باحیات صحابہ کرامؓ

صحابہؓ کے دورِ مسعود میں امام اعظمؒ کی ولادت

امام اعظمؒ اس لحاظ سے بھی خوش نصیب ہیں کہ آپ نے اس مبارک زمانے میں آنکھ کھولی، جس زمانے کو احادیث میں خیر القرون سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ وہ دورِ مسعود تھا جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کرنے والوں میں سے کئی حضرات بقید حیات تھے۔ صحابہؓ کے دور میں آپ کی ولادت ہونا آپ کے ان اوصاف میں سے ہے جن میں ائمہ مجتہدین میں سے کوئی امام بھی آپ کا شریک نہیں۔ چنانچہ مؤرخ الشام علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے آپ کے خصائص میں مستقل ایک باب لکھا ہے، اور اس کا عنوان ہے: فی بعض خصائصہ التی اختص بھا عن غیرہ من الائمۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین. یہ باب آپ کی ان بعض خصوصیات کے بارے میں ہے کہ جو خصوصیات دیگر ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حاصل نہیں ہیں۔

اور پھر علامہ موصوف نے اس عنوان کے ذیل آپ کی آٹھ خصوصیات ذکر کی ہیں، جن میں سے پہلی خصوصیت اُن کے بقول یہ ہے کہ:

> انہ وُلد فی زمن جماعۃ کثیرۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، لاخلاف فی ذلک، فھو من اھل القرن الذین شھدلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالخیریۃ ووصفھم بالعدالۃ۔[1]
>
> امام ابوحنیفہؒ اس زمانے میں پیدا ہوئے، جس میں بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم باحیات تھے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس طرح آپ کا شمار ان اہل زمانہ میں ہوتا ہے کہ جن کے خیر پر ہونے کی گواہی خود رسول اللہ صلی

[1] عقود الجمان (ص ۶۷)

> اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، اور اُن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالت کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۶۵۵ھ) بھی امام اعظمؒ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

> مناقبہ وفضائلہ التی لم یشارکہ من بعدہ من ارباب المذاھب انہ وُلد فی زمن الصحابۃ۔[1]
>
> آپ کے وہ مناقب اور فضائل، جن میں آپ کے بعد آنے والے اصحاب مذاہب (ائمہ متبوعین) میں سے کوئی بھی شریک نہیں ہے، ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہوئی۔

[1] جامع المسانید (۲۰/۱)

امام اعظمؒ کے سن ولادت سے متعلق مورخین کے مختلف اقوال

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ امام صاحبؒ کی ولادت صحابہؓ کے دور میں ہوئی، البتہ مورخین کا آپ کے سن ولادت سے متعلق اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں مورخین کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے چند اقوال یہ ہیں:

پہلا قول: ۶۰ ہجری، یہ امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) کا قول ہے، کیونکہ انہوں نے امام صاحب کا سن وفات ۱۵۰ ہجری ذکر کیا ہے، اور ساتھ تصریح کی ہے کہ اس وقت آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔[۱]

اس طرح آپ کا سن ولادت کم از کم ساٹھ ہجری بنتا ہے۔

دوسرا قول: ۶۱ ہجری، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اپنی سند کے ساتھ مزاحم بن زواد بن علبہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد زواد بن علبہؒ سے یا اپنے کسی دوسرے استاذ سے نقل کیا ہے کہ:

امام ابوحنیفہؒ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔[۲]

شارح طحاوی امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے امام صاحبؒ کے سن ولادت سے متعلق جو تین اقوال ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک قول انہوں نے ۶۱ ہجری کا بھی ذکر کیا ہے۔[۳]

اسی طرح شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے بھی اپنی "التاریخ الکبیر" میں امام صاحبؒ کے سن ولادت سے متعلق جو تین اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے

۱۔ الروض الباسم عن سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (۳۱۳/۱)

۲۔ تاریخ بغداد (۳۳۱/۱۳)

۳۔ الجواہر المضیۃ (۲۷/۱)

ایک قول ۶۱ ہجری کا ہے۔[۱]

مورخ اسلام امام سبط ابن الجوزیؒ (۶۵۴ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

واختلفوا فی مولد ابی حنیفۃ علی ثلاثۃ اقوال احدھا: فی سنۃ ثمانین من الھجرۃ، والثانی سنۃ احدی وثمانین، والثالث: سنۃ احدی و ستین.[۲]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سن ولادت سے متعلق مورخین کے تین مختلف اقوال ہیں، (۱) ۸۰ ہجری، (۲) ۸۱ ہجری، (۳) ۶۱ ہجری۔

نامور مورخ علامہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے سن ولادت سے متعلق ایک قول ۶۱ ہجری ذکر کیا ہے۔[۳]

تیسرا قول: ۶۳ ہجری، یہ قول حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے نقل کیا ہے۔[۴]

چوتھا قول: ۷۰ ہجری، امام ابو سعد عبدالکریم بن محمد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے مادہ "الخزاز" کے ذیل میں امام صاحب کا یہی سن ولادت (۷۰ ہجری) ذکر کیا ہے۔[۵]

اسی طرح امام ابوحاتم محمد بن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) اپنی کتاب "الضعفاء والمتروکین" میں اور علامہ خطیب بغدادیؒ کے معاصر امام ابوالقاسم علی بن احمد سمنانیؒ (م ۴۹۹ھ) اپنی کتاب "روضۃ القضاۃ" میں امام صاحب کا سن ولادت ستر ہجری ذکر کرتے ہیں۔[۶]

عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے اسی قول کو ترجیح دی

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۲۰)

۲۔ مرآۃ الزمان فی تواریخ الزمان (۲۱۱/۱۲)

۳۔ وفیات الاعیان (۴۰۵/۳)

۴۔ الجواہر المضیۃ (۲۷/۱)

۵۔ کتاب الانساب (۱۵۳/۲)

۶۔ تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب (ص ۲۰،۱۹)

ہے، اور اس پر انہوں نے کئی ٹھوس شواہد بھی پیش کیے ہیں۔[1]

پانچواں قول: ۸۰ ہجری، یہ قول امام اعظمؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ)، آپ کے شاگرد رشید امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۸ھ) اور دیگر کئی ائمہ کا ہے۔[2]

استاذ ابوزہرہ مصریؒ (م ۱۳۹۴ھ) کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے، اور انہوں نے تصریح کی ہے کہ اکثر راویوں نے امام ابوحنیفہؒ کا سن ولادت ۸۰ ہجری ہی نقل کیا ہے۔[3]

۱۔ تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب (ص ۱۹، ۲۰)

۲۔ دیکھئے: "التاریخ الصغیر (۲/۹۳) للبخاری، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی (ص ۱۱۸)، تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۷) فضائل ابی حنیفۃ (ص ۱۳۲، ۱۳۳) لابن ابی العوامؒ

۳۔ ابوحنیفۃ حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقہہ (ص ۱۵)

امام اعظم رحمہ اللہ کے زمانہ میں باحیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

امام صاحبؒ کے سن ولادت سے متعلق مؤرخین کے یہ پانچ مختلف قسم کے اقوال ہیں۔ اب اگر امام صاحبؒ کا سن ولادت ۷۰ ہجری یا اس سے قبل قرار دیا جائے تو اس صورت میں آپ نے کم از کم چالیس سال صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے، کیونکہ آخری صحابی جو اس دنیا سے رخصت ہوئے وہ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا انتقال راجح قول کے مطابق ۱۱۰ ہجری میں ہوا۔ ان چالیس سالوں کے دوران بڑی کثرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا میں موجود تھے، جن میں کئی کبار صحابہ بھی شامل ہیں۔

اور اگر امام صاحبؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی، جیسا کہ اکثر محدثین و مؤرخین کی رائے ہے، تو اس صورت میں بھی آپ کو صحابہ کرامؓ کے زمانے کا ایک معتدبہ حصہ نصیب ہوا، اور آپ نے اپنی زندگی کے پورے تیس سال صحابہؓ کے اس مبارک عہد میں بسر کیے۔ اس وقت (۸۰ ہجری) تک اگرچہ تقریباً تمام کبار صحابہؓ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن صغار صحابہؓ (جو عہد نبوی میں نوعمر تھے) کی ایک پوری جماعت اس وقت بھی بقید حیات تھی۔ جیسا کہ محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وُلد سنة ثمانين في حياة صغار الصحابة.[2]

امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں صغار صحابہؓ کی حیات میں پیدا ہوئے۔

ملک معظم، سلطان عادل، عالم باعمل سیف الدین عیسیٰ بن ابوبکرؒ (م ۶۲۴ھ) جو کہ

۱۔ معرفۃ الصحابۃ (۳/۳۷۹) لابی نعیمؒ، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (۳/۱۴۴) لابن الاثیرؒ، تجرید اسماء الصحابۃ (۱/۲۸۹) للذہبیؒ، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (۴۴۲۵) لابن حجرؒ، تقریب التہذیب (۱/۳۹۳) لابن حجرؒ

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۶/۵۲۹)

سلطان صلاح الدین ایوبی (م ۵۸۹ھ) کے بھتیجے اور ان کے بعد ملکِ شام کے فرمانروا رہے، ارقام فرماتے ہیں:

فابوحنيفة ادرک جماعة من الصحابة وعاصرهم، ومولده يقتضي ذلک فانه ولد سنة ثمانين وعاش الى خمسين ومائة، فقد امكن اللقاء لوجود جماعة من الصحابة في ذلک العصر.[۱]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو پایا ہے، اور آپ ان کے ہم عصر ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ امام صاحب کا سن ولادت بھی صحابہؓ سے اُن کی ملاقات ہونے کا متقضی ہے، کیونکہ آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۱۵۰ ہجری تک باحیات رہے، اس لیے اس وقت تک باحیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک پوری جماعت سے آپ کی ملاقات ہونا ممکن ہے۔

حافظ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وُلد، رضي الله عنه بالكوفة على الصحيح، وذلک في حياة جماعة من الصحابة رضي الله عنهم.[۲]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صحیح قول کے مطابق کوفہ میں پیدا ہوئے، اور یہ وہ زمانہ تھا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت باحیات تھی۔

محدث جلیل امام ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) لکھتے ہیں:

ادرک جماعة من اصحاب النبي صلّى الله عليه وسلّم.[۳]

۱۔ السہم المصیب فی کبد الخطیب (ص ۷۶)

۲۔ عقود الجمان (ص ۹۰)

۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸) للمقدسیؒ

امام ابوحنیفہؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک پوری جماعت کو پایا ہے۔

مؤرخ اسلام امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) آپ کے تذکرہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وهو اقدمهم وفاة لانه ادرک عصر الصحابة.[۱]

امام ابوحنیفہ تمام ائمہ متبوعین میں سب سے قدیم الوفات ہیں، کیونکہ آپ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے۔

امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م ۱۰۳۳ھ) لکھتے ہیں:

ان ابا حنيفة ولد في عصر الصحابة وكان في زمنه جماعة منهم.[۲]

بے شک امام ابوحنیفہ صحابہؓ کے زمانے میں پیدا ہوئے، اور اس وقت صحابہؓ کی ایک جماعت موجود تھی۔

امام احمد بن عبدالمنعم الدمنہوریؒ (م ۱۱۹۲ھ) آپ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

وكانت ولادته في عصر الصحابة.[۳]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت عصر صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوئی۔

محدث عبداللہ شبمی شافعیؒ (م ۱۲۹۸ھ) لکھتے ہیں:

وابو حنيفة امام مجتهد، ادرک بعض الصحابة.[۴]

امام ابوحنیفہؒ امام اور مجتہد ہیں۔ آپ نے بعض صحابہؓ کو پایا ہے۔

امام عالی مقام نے جن صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے، ان میں سے بعض صحابہؓ کے اسماء اور ان کے سنین وفات امام عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

۱۔ البدایۃ والنہایۃ (۸۶/۷)

۲۔ تنویر بصائر المقلدین (ص ۵۵)

۳۔ اتحاف المُهتدين بمناقب ائمة الدين (ص ۵۳)

۴۔ كشف الالتباس عمّا اوردہ البخاري على بعض الناس (ص ۹۰)

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، المتوفی ۹۰، یا ۹۱، یا ۹۲، یا ۹۳ ہجری۔

۲۔ حضرت سائب بن خلاد بن سوید انصاری رضی اللہ عنہ، المتوفی ۹۱ ہجری۔

۳۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۰، یا ۸۲، یا ۸۶ ہجری۔

۴۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۸ یا ۹۱ ہجری۔

۵۔ حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۱، یا ۸۶ ہجری۔

۶۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، المتوفی ۱۰۰، یا ۱۱۰ ہجری۔ یہ تمام صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے (جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے)۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۶، یا ۸۷ ہجری۔

۸۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۸، یا ۹۶ ہجری۔ یہ شام میں مقیم صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۷، یا ۸۹ ہجری۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۰، یا ۸۴، یا ۸۵، یا ۹۳ ہجری۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۵، یا ۸۷، یا ۸۸ ہجری۔

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عامر الحزی الاصغر رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۵ ہجری۔

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۴ ہجری۔

۱۴۔ حضرت عبدالرحمان بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، المتوفی ۱۰۴ ہجری۔

۱۵۔ حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۷ ہجری۔

۱۶۔ حضرت عتبہ بن الندر رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۷ ہجری۔

۱۷۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۳ ہجری۔

۱۸۔ حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ، المتوفی ۹۳ ہجری۔

۱۹۔ حضرت عمرو بن حریث القرشی رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۵ ہجری۔

۲۰۔ حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۶ ہجری۔

۲۱۔ حضرت مالک بن اوس النصری رضی اللہ عنہ، المتوفی ۹۲ ہجری۔

۲۲۔ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ، المتوفی ۹۴ ہجری۔

۲۳۔ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۶ ہجری۔

۲۴۔ حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ المتوفی ۹۶، یا ۹۹ ہجری۔

۲۵۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ المتوفی ۹۶ ہجری۔

۲۶۔ حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۷ ہجری۔

۲۷۔ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ، المتوفی ۸۳، یا ۸۵ ہجری۔

۲۸۔ حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ، المتوفی ۱۰۳، یا ۱۰۴ ہجری۔

۲۹۔ حضرت ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، المتوفی ۱۰۰ ہجری۔[1]

امام نسائی (م ۳۰۳ھ) صاحب السنن کے شاگرد رشید امام عبداللہ بن محمد السعدی المعروف بہ "ابن ابی العوام" (م ۳۳۵ھ) نے بھی ان مذکورہ صحابہ میں سے پندرہ صحابہؓ کے اسمائے مبارکہ ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ حضرات امام ابوحنیفہؒ کے سن ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد بھی کئی سال تک بقید حیات رہے، اور امام موصوف نے ان حضرات میں سے ہر ایک کے سن وفات سے متعلق متقدمین ائمہ حدیث کے اقوال بھی بالسند نقل کیے ہیں۔[2]

نیز امام موصوف نے ان انتیس (۲۹) صحابہؓ (جن کے اسماء و سنین وفات ہم نے بحوالہ امام ابن الاثیرؒ ذکر کیے ہیں) کے علاوہ ایک اور صحابی، حضرت عبدالرحمان بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ المتوفی ۸۱ ہجری کا اضافہ کیا ہے۔[3]

قدیم مؤرخ علامہ محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے بھی متعدد ایسے صحابہؓ کا تذکرہ کیا ہے

۱۔ دیکھئے بالترتیب: اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (۱/۲۹۴، ۲/۳۴۳، ۳۰۲، ۲، ۷۵/۳، ۱۹/۲۳۳، ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۸۸، ۳۰۲، ۳۳۲، ۵۱۱، ۵۱۲/۴، ۲۰۱، ۲۳۶/۵، ۱۰، ۱۸، ۸۱، ۱۱۱، ۱۱۳، ۲۴۳، ۳۰۰، ۳۳۵/۶، ۱۲، ۱۹) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ دیکھئے: فضائل ابی حنیفہ واخبارہ ومناقبہ (ص ۲۳۳-۲۳۴)

۳۔ ایضاً (ص ۲۳۴)

کہ جو امام اعظمؒ کے سن ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے، ان میں سے ایک صحابی حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جن کا انتقال بقول علامہ نجم بن عدیؒ (م ۷۰۲ھ) ۹۲ ہجری اور بقول علامہ واقدیؒ (م ۲۰۷ھ) ۸۷ ہجری میں ہوا۔[1]

اسی طرح محدث علامہ محمد حسن سنبھلیؒ (م ۱۳۰۵ھ) نے بھی ایسے صحابہؓ کے اسماء کی فہرست ذکر کی ہے جو کہ امام ابوحنیفہؒ کے سن ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد تک بقید حیات تھے۔ ان میں یہ دو صحابہ بھی ہیں جو کہ امام ابن الاثیرؒ کے حوالے سے ذکر کردہ صحابہؓ کے علاوہ ہیں۔

۱۔ حضرت بسر بن ارطاۃ القرشی العامری رضی اللہ عنہ المتوفی ۸۶ ہجری

۲۔ حضرت طارق بن شہاب البجلی الکوفی رضی اللہ عنہ المتوفی ۸۳ ہجری[2]

الحاصل، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سن ولادت (۸۰ ہجری) کے بعد کم از کم ۳۳ صحابہ رضی اللہ عنہم باحیات تھے کہ جن سے آپ کی ملاقات ہونا ممکن ہے۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء) بھی امام صاحبؒ کے بارے میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ:

> آپ کے ایام ولادت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب زندہ تھے۔ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ بصرہ میں اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ کوفہ میں، اور سہل بن سعد ساعدیؓ مدینہ منورہ میں اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔[3]

۱۔ الطبقات الصغیر (۲/۹۳)

۲۔ تنسیق النظام فی مسند الامام (ص ۹)، نیز دیکھئے الاصابہ فی تمییز الصحابہ (۴۲۶۰،۲۷۱)

۳۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۱۳)

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کردہ احادیث

✦

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث پر محدثین کی تالیفات

امام اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات

آپ نے بالتفصیل ملاحظہ کرلیا ہے کہ امام صاحبؒ نے کم از کم تینتیس (۳۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے۔ اور ان میں سے زیادہ تر وہ صحابہؓ ہیں جو کہ پہلی صدی کے اواخر (جب امام صاحبؒ کی عمر شریف بیس سال کے لگ بھگ تھی) یا اس کے قریب قریب فوت ہوئے۔ امام صاحبؒ اس وقت آغاز شباب میں تھے، اور آپ کا عہد طلب علمی بھی شروع ہو چکا تھا، لہٰذا یہ بات عقلاً بعید ہے کہ آپ نے جن صحابہؓ کو اپنے زمانہ شباب میں پایا ہے، ان سے بھی آپ نے ملاقات کرنے کا اہتمام نہ کیا ہو۔ خصوصاً ان صحابہؓ سے جو آپ کے اپنے شہر کوفہ یا اس کے مضافات بصرہ وغیرہ میں مقیم تھے۔ حالانکہ اس زمانے کا یہ عام دستور تھا کہ لوگ کسی صحابیؓ کی زیارت کرنے کو نعمتِ عظمیٰ سمجھتے تھے، کیونکہ کسی صحابی کی زیارت کرنا تابعی ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰى مَنْ رَاٰنِیْ" (اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے) کا مصداق بننے کے مترادف تھا، اس لیے لوگوں کو جب بھی کسی شہر میں کسی صحابی کی موجودگی کا علم ہو جاتا تو اطراف و اکناف عالم سے لوگ جوق در جوق اس صحابی کی خدمت میں پہنچ جاتے، اور اس کے دیدار سے اپنی عقیدت کی آنکھوں کو منور کرتے۔ امام صاحبؒ کے خود اپنے خاندان میں تو اس کا خصوصی اہتمام تھا، یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو بھی برکت کے لیے صحابہؓ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ آپ کے والد ماجد حضرت ثابتؒ کو بچپن میں خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اور حضرت علیؓ نے ان کے لیے اور ان کے خاندان کے لیے دعائے خیر فرمائی تھی۔[2]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۶/۵۳۲) للذہبی ۲۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۷)

اس لیے یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ امام صاحبؒ نے کسی صحابی کی زیارت نہیں کی، آپ کا صحابہؓ کی زیارت کرنا اس قدر ٹھوس اور یقینی ہے کہ امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) اور امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) جیسے متعصب محدثین بھی اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے۔ ان دو حضرات کے علاوہ دیگر بے شمار محدثین نے بھی بڑے جزم کے ساتھ یہ گواہی دی ہے کہ امام صاحبؒ نے متعدد صحابہؓ کی زیارت کی ہے، ان میں سے بعض محدثین کی گواہیاں امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی تصریحات کے ضمن میں گزر چکی ہیں، اور ان میں سے بعض محدثین کی گواہیاں آگے ہم نقل کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الغرض، امام صاحب کی صحابہؓ سے ملاقات ہونا ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے، البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی ہے ان کی تعداد کتنی ہے؟ علامہ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) کی تحقیق میں آپ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، چنانچہ وہ آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

یقال انہ ادرک اربعۃ من الصحابۃ۔[1]

کہا جاتا ہے کہ آپ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے بعض محدثین کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

لقی الامام ابو حنیفۃ ستۃ۔[2]

امام ابوحنیفہؒ نے چھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) "شرح مشکوٰۃ" میں ارقام فرماتے ہیں:

ادرک الامام الاعظم ثمانیۃ من الصحابۃ۔[3]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی تھی۔

۱۔ الاکمال (۶/۳۱۹)

۲۔ شذرات الذہب (۱/۲۲۶)

۳۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۱/۷۸) التقریر نسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰) للعلامہ محمد حسن سنبھلی

امام محمد علی بن محمد علان شافعیؒ (م ۱۰۵۷ھ) لکھتے ہیں:

وادرک اربعة من الصحابة، بل ثمانية، منهم انس، وعبدالله بن ابی اوفی، وسهل بن سعد وابو الطفیل[1]

امام ابوحنیفہؒ نے چار بلکہ آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں: حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ، حضرت سہل بن سعدؓ اور حضرت ابوطفیلؓ۔

امام اعظم کی صحابہؓ سے ملاقات کی تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ کریں۔

۱۔ الفتوحات الربانیہ (۱/۳۲۲)

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (م ۹۳ھ) سے ملاقات

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ کے جمال مبارک کا دیدار کیا، ان میں سر فہرست نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ سے ملاقات کرنے کی خود تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اپنی کتاب "الطبقات" میں لکھا ہے:

حدثنا ابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، قال سمعت ابا حنیفة یقول: قدم انس بن مالک الکوفة ونزل النخع، وکان یخضب بالحمرة قد رأیته مرارا[1]

ہم سے ابوالموفق سیف بن جابرؒ قاضی واسط نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور مقام نخع میں ٹھہرے، آپ نے سرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا اور میں نے آپ کو کئی بار دیکھا ہے۔[2]

۱۔ تاریخ الاسلام (۳/۹۱۰) للذہبی، عقود الجمان (ص ۳۹) للصالحی

۲۔ اعتراض: حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس روایت کا بنیادی راوی سیف بن جابر مجہول الحال ہے۔ اس کی توثیق کسی مستند کتاب میں نہیں ملی، دوسرے یہ روایت ابن سعد کی کتاب "الطبقات" میں موجود نہیں۔ (ماہنامہ الحدیث ش ۱۰ ص ۴۰)

جواب: اس اعتراض کی دونوں شقیں باطل ہیں۔

اول: اس لیے کہ سیف بن جابر مجہول الحال نہیں ہیں۔ امام محمد بن خلف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے ان کو اہل اسلام کے مشہور قاضیوں میں شمار کیا ہے، اور ان کے بارے میں ان کے ہم عصر اہل علم کی جو آراء نقل کی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ایک دیانتدار، با اصول اور مسلمانوں کے خیر خواہ قاضی تھے۔ (اخبار القضاۃ ص ۲۹۰) نیز امام ذہبیؒ وغیرہ محدثین نے ان کی مذکورہ روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ عنقریب ان محدثین کی تصریحات ہم نقل کریں گے۔ اور خود زبیر علی زئی نے متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے =

محدث کبیر امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے امام صاحب کا یہ مذکورہ قول اپنی اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

حدثنی ابوبکر بن ابی عمرو المعدل[1] ببخاری، حدثنی

= نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، اور اس کے بعد اس سند کے کسی راوی کو مجہول کہنا غلط ہوتا ہے۔ (الحدیث: ۳۲/۱۴، نور العینین ص ۵۳، نصر الباری ص ۶۷، القول المتین ص ۳۰ وغیرہ) لہٰذا علی زئی کے اعتراض کی شق اول کا باطل ہونا خود ان سے ثابت ہو گیا۔

اسی طرح ان کے اعتراض کی شق ثانی بھی باطل ہے، اس لیے کہ امام محمد بن سعدؒ کی "الطبقات الکبریٰ" کو ان سے ان کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، اور اس کتاب کے کم از کم آٹھ نسخے ہیں (مقدمہ الطبقات الکبریٰ ۱/۱۱-۱۳) اس لیے اگر "الطبقات الکبریٰ" کے مطبوعہ نسخے میں یہ روایت نہیں ہے تو ممکن ہے یہ روایت کسی دوسرے غیر مطبوعہ نسخے میں ہو، کیونکہ متقدمین کی کتب کے نسخوں میں عموماً اس طرح کی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ خود زبیر علی زئی نے متعدد کتب کی کئی ایسی روایات وعبارات سے استدلال کیا ہے جو کہ ان کتب کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملتیں، لیکن اس کے باوجود علی زئی نے ان کو محض یہ کہہ کر قبول کر لیا کہ دیگر محدثین (حافظ ابن حجر وغیرہ) نے ان کتب سے یہ روایات وعبارات نقل کی ہیں، اس لیے ان محدثین کی نقل کو رد کر دینا محل نظر ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ "الحدیث" ۱۷/۱۹، ۲۱، ۳۰، ۳۳ وغیرہ)

یہاں بھی جب حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ صالحیؒ وغیرہ مستند محدثین امام محمد بن سعدؒ کی "الطبقات" سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں، تو پھر علی زئی کس لیے ان کی اس نقل کردہ روایت کو قبول کرنے سے پس وپیش کر رہے ہیں؟

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ مذکورہ روایت امام محمد بن سعدؒ کے کسی نسخے "الطبقات" میں موجود نہیں ہے تو بھی اس روایت پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ امام الحاکم الکبیرؒ کی کتاب "الاسماء والکنیٰ" اور امام عبدالرحمٰن بن محمد بن فضالہ نیشاپوریؒ کی کتاب "فضل ابی حنیفہ" میں یہ روایت امام محمد بن سعد تک اور ان سے امام ابوحنیفہؒ تک سند متصل مذکور ہے۔ ان دونوں محدثین کی اسناد اوپر متن میں ذکر ہو رہی ہیں۔

۱۔ اعتراض: حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے مذکورہ سند کے پہلے راوی (ابوبکر بن ابی عمرو المعدل) پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: اس کی توثیق نامعلوم ہے، لہٰذا یہ سند ابن سعدؒ سے ثابت نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۷، ص ۳۰) جواب: یہ امام الحاکم الکبیرؒ کے استاذ ہیں، اور امام موصوف نے ان کو یہاں صراحتاً "المُعَدِّل" قرار دیا ہے، جو کہ باقرار علمائے غیر مقلدین =

ابوبکر عبداللہ بن محمد[1] بن خالد القاضی الرازی الحمال، قال حدثنی عبداللہ بن محمد[2] بن عبید اللہ القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، نامحمد بن سعد[3] الهاشمی صاحب الواقدی، ناابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، قال سمعت ابا حنیفة یقول:[4]....

اسی طرح امام ابوعلی عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن فضالہ نیشاپوری صیرفیؒ (م ۴۲۵ھ

= ان کی توثیق کو مستلزم ہے۔ چنانچہ نامور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے بحوالہ امام سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) لکھا ہے، المُعَدِّل اس راوی کا نام ہے جس کی تعدیل اور تزکیہ بیان ہوا ہو اور اس کی شہادت مقبول ہو۔ (مقالات: ۲/۲۶۸، ۲۶۹)

نیز مولانا اثری نے زبیر علی زئی (جنھوں نے اسی طرح کے ایک اور راوی پر بھی اعتراض کیا تھا) کے رد میں لکھا ہے، المُعَدِّل کسی ضعیف کا لقب نہیں بلکہ اس کا لقب ہے جو عادل اور قابل قبول ہو، تو اس کی عدالت اور توثیق کا انکار محض تجاہل ہے۔ (ایضا)

نیز اس سند کے بعد اس روایت کی جو دوسری سند مذکور ہے، اس میں ابوسلیمان محمد بن سلیمان بن یزید الدقاقؒ (م ۳۸۹ھ)، ابوبکر المعدلؒ کے متابع موجود ہیں، جو کہ امام ابویعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) وغیرہ محدثین کے معتمد علیہ استاذ ہیں۔ (دیکھئے "الارشاد فی معرفة علماء الحدیث" ص ۳۱۹، ت ۷۰، التدوین فی اخبار قزوین ۱/۲۹۸)

۱۔ امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: واحادیث ابی بکر مستقیمة (کتاب الانساب ۲/۱۷، مادة الحمال) امام ابوبکر رازی الحمالؒ کی روایت کردہ احادیث درست ہیں۔ نیز دیکھئے التدوین فی اخبار قزوین (۳/۲۲۲)

۲۔ یہ نامور صاحب التصانیف محدث ہیں۔ امام ابوحاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) اور ان کے صاحبزادے امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازیؒ (م ۳۲۷ھ) دونوں ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام ابوحاتمؒ نے ان کو صدوق قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل ۵/۱۶۳)

۳۔ یہ "الطبقات الکبریٰ" وغیرہ کتب کے مصنف اور ثقہ محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمہ کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے: الحافظ، العلامة، الحجة.... (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶۶۴)

۴۔ کتاب الاسامی والکنی (۴/۱۶۷)

تحریباً) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین کے استاذ اور بلند پایہ حافظ الحدیث اور کثیر الحدیث محدث ہیں، موصوف بھی اپنی کتاب "فضل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ" میں امام صاحبؒ کے اس قول کو درج ذیل سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

انبا ابو سلیمان ابن یزید الدلال بقزوین، ثنا ابوبکر عبداللہ بن محمد بن خالد الرازی، حدثنی عبداللہ بن محمد بن عبدالقرشی، ثنا محمد بن سعد الهاشمی صاحب الواقدی، حدثنی ابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، سمعت ابا حنیفة یقول:...[۲]

اس سند اور سابق سند دونوں کے راوی ایک ہی ہیں سوائے پہلے راوی کے، کہ وہاں پہلے راوی ابوبکر المعدّل تھے، جب کہ یہاں ابوسلیمان الدلال ہیں، اور یہ سب راوی ثقہ و قابل اعتماد ہیں، جیسا کہ سابق سند کے ذیل میں تفصیل گزر چکی ہے۔

محدثین کرام نے امام صاحبؒ کے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ مؤرخ الشام امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

وصحّحوا رؤیاه لانس بن مالک.[۳]

ائمہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ کو دیکھنے والی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

اس روایت کو صحیح قرار دینے والے محدثین میں محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی ہیں، چنانچہ موصوف امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

فانه صح انه رای انس بن مالک اذ قدمها انس رضی اللہ عنه، قال محمد بن سعد: حدثنا سیف بن جابر انه سمع ابا

۱۔ دیکھئے التدوین فی اخبار قزوین (۳/۱۵۲، ۱۵۳)، تاریخ الاسلام (۹/۳۸۶، ۳۸۷) للذہبی، تاریخ بغداد (ص ۵، ج ۳۵۳، ترجمہ احمد بن موسیٰ بن العباس)
۲۔ التدوین فی اخبار قزوین (۳/۱۵۲، ۱۵۳)
۳۔ عقود الجمان (ص ۲۲)

حنیفة یقول: رایت انسا رضی اللہ عنه.[۱]

صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے سیف بن جابرؒ نے بیان کیا کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز ذہبیؒ لکھتے ہیں:

والمحفوظ انه رای انس بن مالک لما قدم علیهم الکوفة.[۲]

یہ روایت محفوظ (صحیح) ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا جب وہ ان کے پاس کوفہ تشریف لائے تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنے "فتاویٰ" میں ارقام فرماتے ہیں:

وقد روی ابن سعد بسند لاباس به ان الامام ابا حنیفة رضی اللہ عنه رای انس بن مالک رضی اللہ عنه.[۳]

امام محمد بن سعدؒ نے قابل اعتبار سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وصح کما قال الحافظ الناقد ابو عبداللہ الذهبی انه رای انس بن مالک رضی اللہ عنه.[۴]

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۷، ۸) ۲۔ سیر اعلام النبلاء (۳/۳۸۷)
۳۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۱۵)، عقود الجمان (ص ۵۰)
۴۔ عقود الجمان (ص ۴۹)، الخیرات الحسان (ص ۴۷)

امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھنے والی روایت صحیح ہے جیسا کہ حافظ ناقد ابوعبداللہ ذہبیؒ نے فرمایا ہے۔

امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م ۱۰۳۳ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

صح رؤیاہ لانس بن مالک۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھنا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

محدثین کی ان تصریحات سے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ امام محمد بن سعدؒ کی نقل کردہ روایت، جس میں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو متعدد مرتبہ دیکھنے کی تصریح فرمائی ہے، وہ سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا:

رأیت انس بن مالک فی المسجد قائما یصلی۔[2]

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے بحالتِ قیام دیکھا ہے۔

اس روایت کی سند بھی قابلِ حجت ہے۔ امام ابونعیم اصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) وغیرہ محدثین نے اس روایت کو درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

حدثنا محمد بن عمر البراء، ثنا احمد بن موسی بن عمران من کتابہ، ثنا محمد بن سعد، ثنا ابی، ثنا ابویوسف عن ابی حنیفۃ یقول……

اس سند کے پہلے راوی امام محمد بن عمر الجعابیؒ (م ۳۵۵ھ) ہیں، جو کہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں۔ امام حاکمؒ نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً وہ ان سے ایک حدیث روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ تنویر بصائر المقلدین فی مناقب الائمۃ المجتہدین (ص ۵۲)

۲۔ مسند الامام ابی حنیفہ (ص ۲۳) لابی نعیمؒ، مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۷) للمکیؒ

حدثنی القاضی ابوبکر محمد بن عمر بن سالم ابن الجعابی الحافظ الاوحد۔[1]

یہ حدیث مجھ سے قاضی ابوبکر محمد بن عمر بن سالم ابن الجعابیؒ جو کہ یکتائے روزگار حافظ الحدیث ہیں، نے روایت کی ہے۔

نامور محدث امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) بھی امام جعابیؒ کے شاگرد ہیں، وہ بھی ان کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ:

ما سمعت فیہ الا خیراً۔[2]

میں نے ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ بھی نہیں سنا۔

نیز امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی ان پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگاتا ہے وہ خود دروغ گو ہے۔[3]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمہ کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

الحافظ البارع، العلامۃ……[4]

نیز ان کے متعلق لکھتے ہیں: الحافظ البارع، فرید زمانہ……[5]

اس سند کے دوسرے راوی ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عمرانؒ ہیں، جو کہ غالباً مشہور قاری اور ثقہ حافظ الحدیث امام ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عباسؒ (م ۳۲۴ھ) ہیں، اور بہ تصریح علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ)؛ امام ابوبکر جعابیؒ کے استاذ اور محمد بن سعد العوفیؒ کے شاگرد ہیں۔[6] جیسا کہ یہاں یہ راوی محمد بن سعد العوفیؒ سے روایت کر رہا ہے، اور اس سے امام جعابیؒ روایت کر رہے ہیں۔ نیز ان دونوں کی کنیت، نام اور ولدیت سب ایک جیسے ہیں، البتہ دادا کے نام میں اختلاف ہے، قاری موصوف کے دادا کا نام عباس، جبکہ یہاں روایت میں عمران مذکور ہے، جو کہ کسی راوی کی تصحیف یا کتابت کی غلطی ہو سکتی ہے۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (۳/۶۷۱، ح ۵۰۶۳)

۲۔ تاریخ بغداد (۳/۳۳۱)

۳۔ سوالات الحاکم للدارقطنیؒ (ص ۳۹، ت ۳۵)

۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۶/۸۸)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۹۲)

۶۔ تاریخ بغداد (۵/۳۵۲)

اور اگر یہ راوی قاری موصوف کے علاوہ کوئی اور شخص ہیں، تو پھر ہمیں ان کی توثیق معلوم نہیں ہے، لیکن ان کے نامعلوم التوثیق ہونے سے ان کی روایت کی صحت پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، کیونکہ یہ تیسری صدی کے بعد کے راوی ہیں، اور بتصریح امام سمعانی: انہوں نے یہ روایت اپنی کتاب سے بیان کی ہے۔ اور حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے معروف غیر مقلد عالم شیخ احمد محمد شاکر (م ۱۳۷۷ھ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> عدالت راوی کی سابقہ شرائط متقدمین میں وقت (باریکی) کے ساتھ تلاش کی جاتی ہیں، رہے تیسری صدی ہجری کے بعد والے متاخرین تو ان کا مسلمان بالغ عاقل اور علانیہ فسق و بد اخلاقی سے محفوظ ہونا کافی ہے۔ اس کا سماع اپنے استاذ سے ثابت ہو، اور وہ قابل اعتماد اصل (نسخے) سے روایت بیان کرتا ہو۔[1]

اور چونکہ اس راوی (احمد بن موسیٰ) پر کوئی جرح معلوم نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا فسق اور بد اخلاقی میں مبتلا ہونا ثابت ہے۔ نیز یہ اپنی اصل کتاب سے مذکورہ روایت بیان کر رہا ہے، اور اس نے اپنے استاذ سے "ثنا" کہہ کر سماع کی بھی تصریح کر دی ہے۔ نیز اس کی روایت کی تائید سابقہ روایت سے بھی ہو رہی ہے، لہٰذا اس کی یہ روایت قابل حجت ہے، اور اس کی توثیق نامعلوم ہونا مضر نہیں ہے۔

تیسرے راوی محمد بن سعد العوفی (م ۲۷۶ھ) ہیں، جن کے بارے میں امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

> لا باس بہ. (ان میں کوئی خرابی نہیں ہے)[2]

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان سے متعدد روایات لی ہیں، اور ان کی اسناد کو صراحتاً صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اس پر امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے۔[3]

۱۔ ماہنامہ الحدیث (۵۵/۲۸) بحوالہ الباعث الحثیث (ص ۱۱۱)
۲۔ سوالات الحاکم للدارقطنی (ص ۱۳۹، ت ۱۷۸)
۳۔ مثلاً دیکھئے المستدرک مع التلخیص (ج ۲۲۹۳، ۳۵۳۲، ۴۲۱۵، ۷۰۳۶، ۷۲۲۶)

چوتھے راوی محمد بن سعدؒ کے والد سعد بن محمد بن الحسن العوفی ہیں، امام حاکمؒ و امام ذہبیؒ نے ان کی بھی متعدد روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔[1] جب کہ پانچویں راوی امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) ہیں، جو کہ صرف ثقہ ہی نہیں، بلکہ اوثق (انتہائی اعلیٰ درجہ کے ثقہ) ہیں۔[2]

الغرض، یہ روایت بھی قابل حجت اور قابل استدلال ہے۔

پس جب خود امام اعظمؒ کی زبانی یہ ثابت ہو گیا کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کئی بار زیارت کی تھی تو اس کے بعد امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات ثابت کرنے کے لیے ہمیں کوئی اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ خود امام صاحبؒ کا اپنا بیان اس سلسلے میں حرف آخر اور سب سے بڑی دلیل ہے۔ تاہم امام صاحبؒ کے بیان کی تائید و استشہاد میں ہم یہاں بعض نامور محدثین کے اقوال بھی پیش کر دیتے ہیں، تاکہ یہ مسئلہ مزید نکھر کر قارئین کے سامنے آ جائے۔

۱۔ مثلاً دیکھئے المستدرک مع التلخیص (ج ۵۰۵۲، ۲۲۲۶)
۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب: تلامذۂ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا محدثانہ مقام (ص ۱۳۸-۱۹۱)

امام اعظم رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات پر محدثین کی تصریحات

محدثین کی ایک بہت بڑی تعداد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحب رحمہ اللہ کی رؤیت و ملاقات کا اقرار کیا ہے، چنانچہ ان محدثین میں سے ایک امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) بھی ہیں، جو کہ قدیم مؤرخ ہیں، جیسا کہ امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیا ہے۔[1]

امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) بھی امام صاحبؒ سے تعصب و عناد رکھنے کے باوجود کھلا حضرت انسؓ سے آپ کی رؤیت کا اقرار کرتے ہیں، چنانچہ امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ)، امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) اور امام علی بن محمد بن علی بن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے امام موصوف کے شاگرد رشید امام حمزہ سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت الدارقطنی یقول: لم یلق ابو حنیفة احدا من الصحابة الا انه رای انس بعینه.[2]

میں نے امام دار قطنیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ میں سے کسی شخص سے ملاقات نہیں کی، البتہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا ہے۔

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱/۴۵)

۲۔ العلل المتناہیہ (۱/۱۲۸) لابن الجوزی، تبییض الصحیفہ (ص ۲۳) للسیوطی، ذیل اللآلی المصنوعہ (ص ۱۱۰) للسیوطی، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ (۱/۲۷۱) لابن عراق

امام دار قطنیؒ کے استاذ امام محمد بن عمر الجعابیؒ (م ۳۵۵ھ) بھی تصریح کرتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[1]

امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

یقال رای ابا حمزة انس بن مالک النجاری بالکوفة حین نزوله ایاها.[2]

کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت ابو حمزہ انس بن مالک نجاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں دیکھا تھا، جب حضرت انسؓ وہاں تشریف لائے تھے۔

مشہور صاحب التصانیف محدث امام ابو بکر بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے بھی امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تصریح کی ہے۔[3]

امام ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) صاحب "حلیۃ الاولیاء" کی بھی یہی رائے ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔[4]

امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

رای انس بن مالک.[5]

آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

قیل انه رای انس بن مالک.[6]

۱۔ مسند الامام الاعظم (۲/۴۹۷) [illegible]

۲۔ کتاب الاسامی والکنی (۴/۱۷۵)

۳۔ المدخل الی السنن الکبری (۱/۱۹۰)

۴۔ مسند الامام ابی حنیفہ (ص ۲۳) لابی نعیم

۵۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۵)

۶۔ کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی (۱/۵۷۲)

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) رقمطراز ہیں:

ورأى انس بن مالك.[1] کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

رأى انس بن مالك.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا ہے۔

امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

رأى انس بن مالك.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

نامور صاحب التصانیف محدث امام ابوزکریا بن شرف نوویؒ (م ۶۷۶ھ) امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

رأى انس بن مالك.[4]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

مؤرخ کبیر امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) بھی امام اعظمؒ رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا اقرار کرنے والوں میں سے ہیں۔[5]

نیز امام عبدالغنی مقدسیؒ (م ۶۰۰ھ) اور امام شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی ملاقات کرنے کی تصدیق کرتے ہیں۔[6]

۱۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۰)

۲۔ کتاب الانساب (۲/۴۹۰، مادۃ الرای)

۳۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۱۲۹/۸)

۴۔ الاسماء واللغات (۲/۲۱۰)

۵۔ الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح (ص ۲۰،۱۹)

۶۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵) للامام الکوثری

استاذ المحدثین امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

رأى انس بن مالك.[1]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

جلیل المرتبت محدث امام ابوالمحاسن محمد بن علی العلوی الحسینیؒ (م ۷۶۵ھ) بھی امام اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رأى انس بن مالك.[2]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

مؤرخ اسلام امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ورأى انس بن مالك، قيل وغيره.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہؓ کو بھی دیکھا ہے۔

نیز موصوف نے امام اعظمؒ کے تعارف میں یہ بھی لکھا ہے:

فقيه اهل العراق، واحد اركان العلماء، رأى انس بن مالك، قيل وجماعة آخرين من الصحابة.[4]

امام ابوحنیفہؒ جو کہ اہل عراق کے فقیہ اور علماء کے ارکان (ستونوں) میں سے ہیں، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے حضرت انس کے علاوہ دیگر صحابہؓ کی ایک جماعت کو بھی

۱۔ تہذیب الکمال (۱۰۲/۱۹)

۲۔ التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ (۱۷۷۴/۳)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ (۸۶/۷)

۴۔ التکمیل فی الجرح والتعدیل (۳۲۵/۱)

دیکھا ہے۔

محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

رای انسا.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا ہے۔

امام ولی الدین عراقیؒ (م ۸۲۶ھ) اپنے ایک فتویٰ میں امام صاحبؒ کے بارے میں یہ تصریح کرتے ہیں کہ:

وقد رای انس بن مالک.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یقیناً دیکھا ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل حلبی المعروف بہ "سبط ابن العجمی" (م ۸۴۱ھ)، امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

رای ابو حنیفۃ انسا.[3]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

رای انسا.[4]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) نے لکھا ہے:

ورای انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

1. تذہیب تہذیب الکمال (۹/ ۲۲۵)، الکاشف (۳/ ۱۹۱)، العبر (۱/ ۱۶۳)، دول الاسلام (۱/ ۱۳۰)
2. تبییض الصحیفۃ (ص ۳۳)
3. نہایۃ السؤل فی رجال الستۃ الاصول بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث (ص ۱۰۱) للعلامۃ عبدالرشید النعمانی
4. تہذیب التہذیب (۵/ ۶۲۹)

مرتین.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) رقمطراز ہیں:

کان ابو حنیفۃ من سادات التابعین، رای انس بن مالک لا یشک فیہ الا حاسد او جاھل.[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین کے سرداروں میں سے تھے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، اس میں شک کرنے والا حاسد یا جاہل ہی ہو سکتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

رای انسا.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

مؤرخ امام ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

رای انسا وغیرہ.[4]

آپ نے حضرت انسؓ اور دیگر کئی صحابہؓ کو دیکھا ہے۔

محدث جلیل عبدالقادر قرشیؒ (۷۷۵ھ)، محدث الشام امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ)، شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ)، علامۃ الفقہ امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م ۱۰۳۳ھ) اور عالی السند محدث امام احمد بن عبدالمنعم الدمنہوریؒ (م ۱۱۹۲ھ) بھی

---

1. الروض الباسم (۱/ ۳۱۲)
2. مقدمۃ مغانی الاخیار فی شرح رجال شرح معانی الآثار (قلمی ورق ۳۲۹)
3. طبقات الحفاظ (ص ۸۰)
4. شذرات الذہب (۱/ ۲۳۶)

یہ اقرار کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔[1]

مجددِ قرنِ دہم امام ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) تابعی کی تعریف کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

وبه يندرج الامام الاعظم في سلک التابعين، فانه رأى انس بن مالک وغيره من الصحابة على ما ذكره الشيخ الجزرى في "اسماء رجال القراء" والامام التوربشتی في "تحفة المسترشدين" وصاحب "كشف الكشاف" في سورة المؤمنين، وصاحب "مرآة الجنان" وغيرهم من العلماء المتبحرين، فمن نفى انه تابعي، فاما من التتبع القاصر، او التعصب الفاتر.[2]

اس تعریف کی رو سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ آپ نے حضرت انس اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے، جیسا کہ شیخ محمد جزریؒ (م ۸۱۳ھ) نے اپنی کتاب "اَسْمَاءُ رِجَالِ القُرّاء" (غَايَةُ النِّهَايَة فِیْ طَبَقَاتِ القُرّاء: ۲/۳۴۲) میں، امام فضل اللہ توربشتیؒ (م ۶۶۱ھ) نے اپنی کتاب "تحفۃ المسترشدین" میں، صاحب کشف الکشاف (امام عمر بن عبدالرحمٰن فارسی قزوینیؒ: م ۷۴۵ھ) نے "سورہ مؤمنون" کی تفسیر میں، صاحب "مرآۃ الجنان" (امام عبداللہ یافعیؒ: م ۷۶۸ھ) نے "مرآۃ الجنان" (۱/۳۰۹، ۳۱۰) میں، اور دیگر کئی علمائے متبحرین نے اس کی تصریح کی ہے۔ پس جس شخص نے بھی آپ کے تابعی ہونے کا انکار کیا ہے اُس نے یا تو اپنی ناقص معلومات سے دھوکہ کھایا ہے، یا پھر وہ اپنے فتنہ پرداز تعصب کا شکار ہوا ہے۔

۱۔ الجواہر المضیۃ (۱/ ۲۸)، عقود الجمان (ص ۳۹)، الخیرات الحسان (ص ۴۷)، تنویر بصائر المقلدین (ص ۵۲)، اتحاف المہتدین (ص ۵۳)

۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۵۹۶)

امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے متعدد بار ملاقات

امام اعظمؒ کی یہ بھی بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے جمال مبارک کی زیارت کر کے اپنی آنکھیں روشن کی ہیں۔ جیسا کہ خود آپ کا اپنا بیان صحیح سند کے ساتھ پہلے نقل ہو چکا ہے۔ اور دیگر کئی محدثین بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

مثلاً حافظ العصر امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے امام صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

ورأى انس بن مالک خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم و صاحبه غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.[1]

آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔

محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی آپ کے ترجمہ میں یہ تصریح کرتے ہیں:

رأى انس بن مالک غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی متعدد دفعہ زیارت کی ہے، جب وہ کوفہ میں فروکش ہوئے۔

محدث و مؤرخ امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

رأى انس بن مالک غير مرة بالكوفة، قاله ابن سعد.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بار بار دیکھا

۱۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸)، طبقات علماء الحدیث (۱/ ۲۶۱)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۱۲۶)، تاریخ الاسلام (۳/ ۹۹۰)

۳۔ الوافی بالوفیات (۲۷/ ۶۴)، اعیان العصر من الوافی بالوفیات (۲/ ۱۹۲)

ہے، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ نے فرمایا ہے۔
محدث الشام امام شمس الدین محمد بن ابوبکر دمشقی المعروف بہ "ابن ناصر الدینؒ" (م ۸۴۲ھ) امام اعظمؒ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

رأى الامام انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.[1]

امام (ابوحنیفہؒ) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو متعدد بار دیکھا ہے، جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔
مؤرخ شہیر امام ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) بھی یہ تصریح کرتے ہیں کہ:

ورأى انس بن مالك الصحابي غير مرة بالكوفة لما قدمها انس.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کے زمانہ قدوم کوفہ میں کئی بار دیکھا ہے۔

۱۔ تبیان لبدیعۃ البیان (۱/۲۹۹)
۲۔ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ (۲/۱۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ (م ۸۸ھ) سے ملاقات

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ ان صحابہؓ میں سے ہیں جن کو خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعلیم دین کے لیے کوفہ روانہ کیا تھا۔ آپ کوفہ آ کر یہیں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنی زندگی کے بقیہ ایام یہیں دین کی نشر و اشاعت میں صرف کر دیے۔ آپ کا انتقال ۸۷ ہجری یا ۸۸ ہجری یا اس کے بعد ہوا، اور آپ وہ صحابی ہیں جو کوفہ میں مقیم صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔[1]
شیخ احمد محمد شاکرؒ (م ۱۳۷۷ھ) ارقام فرماتے ہیں:

هو عبدالله بن ابى اوفى، مات بالكوفة سنة ٨٦، وقيل: سنة ٨٧، وقيل سنة ٨٨.[2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ بمقام کوفہ ۸۶ ہجری، یا ۸۷ ہجری، یا ۸۸ ہجری میں فوت ہوئے۔
امام اعظم ابوحنیفہ بھی چونکہ کوفی ہیں، اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر کم از کم سات یا آٹھ سال تھی، اس لیے آپ کو ان سے بھی ملاقات کرنے کا موقع مل گیا۔ جیسا کہ خود آپ سے بسند متصل منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَقِيْتُ عَبْدَاللهِ ابْنَ اَبِيْ اَوْفٰى.[3]

میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔
الشیخ، الامام، ناصر السنۃ ابوالمکارم عبداللہ بن حسین خیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔[4]

۱۔ معرفۃ الصحابۃ (۳/۱۰۵)، الاستیعاب (۱۳۰۹)، اسد الغابۃ (۳/۱۸۱)، تجرید اسماء الصحابۃ (۱/۲۹۹)، الاصابۃ (۴۵۷۳)، تاریخ الصحابۃ (ص ۱۵۵ ت ۷۳۲) لابن حبانؒ
۲۔ شرح الفیۃ السیوطی (ص ۱۱۳)　۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۶) للمکیؒ
۴۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۲۹)

محدثین و مؤرخین کی ایک بڑی تعداد نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے درمیان ملاقات کی تصریح کی ہے۔ مثلاً شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) اپنے ایک فتویٰ میں تصریح کرتے ہیں:

ادرک الامام ابوحنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد فی الکوفۃ سنۃ ثمانین من الھجرۃ، وبھا یومئذ من الصحابۃ عبداللہ بن ابی اوفی فانہ مات سنۃ ثمان وثمانین اوبعدھا۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے، کیونکہ آپ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے، اور وہاں صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ زندہ تھے، اس لیے کہ ان کی وفات ۸۸ ہجری یا اس کے بعد ہوئی ہے۔

امام شہاب الدین قسطلانی (م ۹۲۳ھ) اپنی "شرح بخاری" میں ارقام فرماتے ہیں:

ابن ابی اوفی، عبداللہ الصحابی ابن الصحابی، وھو آخر من مات من الصحابۃ بالکوفۃ سنۃ سبع وثمانین، وقد کف بصرہ قبل، وقد رآہ ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ وعمرہ سبع سنین۔[2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، اور آپ ۸۷ ہجری میں کوفہ میں مقیم صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ اپنی وفات سے پہلے بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان کی زیارت کی تھی، جب امام صاحبؒ کی عمر سات سال تھی۔

محدث جلیل، مؤرخ کبیر امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) اپنی "شرح بخاری" میں رقمطراز ہیں:

عبداللہ بن ابی اوفی واسم ابی اوفی علقمۃ الاسلمی لہ

۱۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۲۵)، عقود الجمان (ص ۵۰)، الخیرات الحسان (ص ۲۸)

۲۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری (۱/۲۵۹)

ولابیہ صحبۃ، وھو آخر من مات بالکوفۃ من الصحابۃ، وھو من جملۃ من رآہ ابوحنیفۃ من الصحابۃ۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد حضرت ابو اوفی رضی اللہ عنہ کہ جن کا نام علقمہ اسلمی ہے، کو بھی شرف صحبت حاصل ہے۔ اور آپ من جملہ اُن صحابہ میں سے ہیں کہ جن کی امام ابوحنیفہؒ نے زیارت کی تھی۔

امام احمد بن عبدالمنعم الدمنہوریؒ (م ۱۱۹۲ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

فھو من التابعین علی الصحیح، لانہ حین اذ ولد بالکوفۃ، کان من الصحابۃ عبداللہ بن ابی اوفی۔[2]

آپ صحیح قول کے مطابق تابعین میں سے ہیں، کیونکہ جب آپ کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت وہاں صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ باحیات تھے (جن سے آپ ملاقات کرنے کی وجہ سے شرف تابعیت پر فائز ہوئے)۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مؤلف "حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء" اور شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) وغیرہ محدثین نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔[3]

نیز امام صاحبؒ نے ان سے حدیث کا سماع بھی کیا تھا، جیسا کہ آگے بحوالہ آ رہا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۱۱/۲۹۳، ح ۲۰۸۰)

۲۔ اتحاف المہتدین (ص ۵۳)

۳۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۳) لابی نعیم، الانتصار والترجیح (ص ۱۹) لسبط ابن الجوزی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۱/۲۸) للقاری، تنسیق النظام (ص ۱۰) للسنبھلی

(۳) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ (م ۹۷ھ) سے ملاقات

آپ کا شمار فتح مصر میں شریک صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ مصر فتح ہونے کے بعد یہیں مقیم ہو گئے اور ایک لمبی عمر پانے کے بعد آپ کا انتقال یہیں مصر میں ہوا۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے آپ کے ترجمہ میں بحوالہ امام ابوزکریا یحییٰ بن مندہؒ (م ۵۱۱ھ) لکھا ہے:

هو آخر من مات بمصر من الصحابة رضی الله عنهم.[2]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو مصر میں رہنے والے صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

آپ کے سن وفات سے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ کی وفات ۸۰ ہجری (امام اعظم کے سن ولادت) کے بعد ہوئی، جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی ہے۔[3]

امام ابوبکر بعانی (م ۳۵۵ھ) جو علم حدیث و تاریخ کے عظیم ستون ہیں، فرماتے ہیں:

مات عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدی سنة سبع و تسعين.[4]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ ۹۷ ہجری میں فوت ہوئے۔

اس اعتبار سے آپ کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ امام

۱۔ حسن المحاضرة فی ملوک مصر والقاہرۃ (۱/ ۲۰۷) للسیوطی
۲۔ تہذیب التہذیب (۳/ ۱۱۹)، نیز دیکھئے اسد الغابۃ (۳/ ۲۰۵)
۳۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (۳۳۸)
۴۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۱) للمکی

صاحبؒ نے مکہ مکرمہ میں آپ کے دیدار کا شرف حاصل کیا تھا۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کی حضرت عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث کے بیان میں خود امام صاحبؒ کے حوالے سے آ رہا ہے۔ نیز متعدد محدثین نے بھی اس کی گواہی دی ہے۔ مثلاً عظیم و نامور محدث امام ابوبکر بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے امام اعظمؒ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

ويقال انه لقی من الصحابه عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدی وانس بن مالك.[1]

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ذكر محمد بن سعد كاتب الواقدی ان ابا حنيفة رأى انس بن مالك وعبدالله بن الحارث بن جزء.[2]

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) کاتب الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

لقيه بمكة.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے مکہ مکرمہ میں ان سے ملاقات کی تھی۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے امام

۱۔ المدخل الی السنن الکبریٰ (۱/ ۲۰۰)
۲۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱/ ۴۵)
۳۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۵) لابی نعیم

صاحب کی ملاقات ہونے کی تصریح کی ہے۔[1]

نیز امام ابوحنیفہؒ نے سولہ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں ان سے حدیث بھی سنی تھی، کما سیاتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۴) حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (م ۱۱۰ھ) سے ملاقات

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو کہ تمام صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے، جیسا کہ پہلے بحوالہ محدثین ومؤرخین گزرا ہے۔

یہ بھی من جملہ اُن صحابہؓ میں سے ہیں کہ جن کی زیارت سے امام ابوحنیفہؒ مشرف ہوئے۔ چنانچہ امام حسین بن علی صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) اور امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) نے امام ابوبکر بلال بن محمد رازیؒ (م ۳۷۹ھ)، جو ایک جلیل المرتبت فقیہ و محدث ہیں،[2] سے نقل کیا ہے کہ:

وقد ادرک ابوحنیفة من الصحابة ایضا عبداللہ بن ابی اوفی وابا الطفیل عامر بن واثلة وھما صحابیان.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ کو پایا ہے، ان میں سے یہ دو صحابی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) کی تصریح کے مطابق بھی امام صاحبؒ نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔[4]

۱۔ مرقاة المفاتیح (۱/ ۸۷)، تنسیق النظام (ص ۱۰)

۲۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے سیر اعلام النبلاء (۱۶/ ۳۳۹)، الجواہر المضیہ (۲/ ۲۰۹، ۲۱۰)

۳۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۱۸)، منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۹)

۴۔ مرقاة المفاتیح (۱/ ۸۷)، تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰)

(۵) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (م ۹۱ھ) سے ملاقات

حضرت سہلؓ کا نام حزن (جس کا معنی غم ہے) تھا۔ جب یہ مشرف با اسلام ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام حزن سے بدل کر سہل (جس کا معنی آسان ہے) کر دیا۔ انہوں نے تقریباً ایک سو سال عمر پانے کے بعد وفات پائی۔ اور بعض علماء کی تصریح کے مطابق مدینہ منورہ میں مقیم صحابہؓ میں یہ سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

ان کے سن وفات کے بارے میں بھی مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک ان کی وفات ۸۸ ہجری میں ہوئی، جبکہ زیادہ تر مؤرخین کے خیال میں ان کا سن وفات ۹۱ ہجری ہے۔[1]

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

سھل بن ساعد مات بالمدینة سنة احدی وتسعین وھو ابن مئة سنة.[2]

حضرت سہل بن ساعد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ۹۱ ہجری کو فوت ہوئے، اور اُس وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ان کے جمال مبارک کی بھی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ محدث جلیل امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے اپنی "شرح مشکوٰة" میں تصریح کی ہے کہ:

ادرک الامام الاعظم ثمانیة من الصحابة فمنھم انس وعبداللہ بن ابی اوفی وسھل بن سعد وابو الطفیل.[3]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، جن میں حضرت انس

۱۔ دیکھیے معرفۃ الصحابہ (۲/ ۲۲۲، ۲۲۵) لابی نعیم

۲۔ الطبقات الصغیر (۱/ ۱۲۵)

۳۔ مرقاة المفاتیح (۱/ ۸۷) للقاری، تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰) للسنبھلی

رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور ابو الطفیل واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

(۶) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ملاقات

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اُن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ امام صاحبؒ نے ۹۴ ہجری میں ان سے ملاقات کی تھی، جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ کوفہ میں وارد ہوئے تھے۔[1]

مؤرخ اسلام علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

نظم بعضهم من لقی من الصحابة فقال:

لقی الامام ابوحنیفة ستة	من صحب طه المصطفیٰ
انسا وعبداللّٰه نجل انیسهم	وسمیه ابن الحارث الکرار
وزاد ابن اوفی ومن واثلة الرضی	وضمم الیهم معقل بن یسار[2]

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اُن کے ناموں کو بعض علماء نے ایک نظم میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں (جس کا مفہوم یہ ہے): امام ابوحنیفہؒ نے چھ اُن اشخاص سے ملاقات کی ہے کہ جنہوں نے حضرت طٰہٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ وہ چھ اصحاب یہ ہیں: (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ، (۵) حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔

ملحوظ رہے کہ عبداللہ بن انیس نام کے پانچ صحابہؓ ہیں۔ اب یہ واضح نہیں کہ امام اعظمؒ

۱۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۱) للمکیؒ

۲۔ شذرات الذہب (۱/۲۲۶)

نے ان پانچ صحابہ میں سے کس سے ملاقات کی تھی؟ ان پانچ میں سب سے زیادہ مشہور حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن کا انتقال امام صاحبؒ کی ولادت (۸۰ ہجری) سے بہت پہلے ہو گیا تھا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کی رائے میں امام ابوحنیفہؒ نے اس نام کے جس صحابی سے ملاقات کی تھی وہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور عبداللہ بن انیس نام کے صحابیؓ ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ العزیز امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے سماعِ حدیث کے بیان میں آئے گی۔

دیگر بعض صحابہؓ سے ملاقات

حضرت امام صاحبؒ مذکورہ چھ صحابہؓ کے علاوہ دیگر بعض صحابہؓ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا
۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما

آپ نے ان پانچ صحابہؓ سے ملاقات کرنے کے علاوہ ان سے احادیث کا سماع بھی کیا ہے۔ کما سیأتی تفصیله.

امامِ اعظمؒ کی صحابہؓ سے سماعت وروایتِ حدیث

حضرت امام صاحبؒ کو جیسے یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جمالِ مبارک کی زیارت کی ہے، ایسے ہی آپ کا یہ اعزاز بھی ہے کہ آپ نے صحابہ میں سے کئی حضرات سے نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سُن کر ان کو روایت بھی کیا ہے۔ مؤرخ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

انه رای بعض الصحابة وسمع منهم۔[1]

امام ابو حنیفہؒ نے بعض صحابہ کو دیکھا ہے اور ان میں سے بعض حضرات سے احادیث کا سماع بھی کیا ہے۔

مجددِ قرن و ہم حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) تحریر کرتے ہیں:

وقد ثبت رؤيته لبعض الصحابة، واختلف في روايته عنهم والمعتمد ثبوتها۔[2]

امام ابو حنیفہؒ کا بعض صحابہ کو دیکھنا ثابت ہے، البتہ آپ کا صحابہؓ سے روایتِ حدیث کرنا مختلف فیہ ہے۔ لیکن قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ آپ کا صحابہؓ سے روایت کرنا ثابت ہے۔

امام ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۶۵۵ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

من مناقبه وفضائله التي لم يشاركه فيها احد بعده انه روى عن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فان العلماء

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۸۰)

۲۔ ذیل الجواہر المضیۃ (۲/۴۵۳)، الاثمار الجنية في اسماء الحنفية (ص ۳۹)

اتفقوا في ذلك وان اختلفوا في عددهم، فمنهم من قال انهم ستة وامرأة، ومنهم من قال خمسة وامرأة، ومنهم من قال سبعة وامرأة۔[1]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے وہ مناقب وفضائل کہ جن میں آپ کے بعد آنے والے ائمہ میں سے کوئی بھی امام شریک نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث کی روایت کی ہے، اس پر تمام علماء (احناف) کا اتفاق ہے، اگرچہ ان صحابہؓ کی تعداد میں یہ باہم مختلف ہیں، چنانچہ آپ نے جن صحابہؓ سے روایت کی ہے، بعض علماء کے نزدیک وہ چھ صحابہؓ اور ایک صحابیہؓ ہیں، اور بعض کے نزدیک یہ پانچ صحابہؓ اور ایک صحابیہؓ ہیں، اور بعض کے نزدیک سات صحابہؓ اور ایک صحابیہؓ ہیں۔

شارحِ بخاری امام بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ، کہ جن کو ان کے شاگرد رشید امام سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے "رئیس المؤرخین" قرار دیا ہے)[2] نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے سات صحابہ: حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم سے احادیث کا سماع کیا تھا۔[3]

امام عینیؒ کے اس موقف کو اگرچہ ان کے شاگرد امام قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے رد کیا ہے، لیکن شارحِ مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام عینیؒ کے موقف کو درست قرار دیتے ہوئے ان کے موقف کی تائید میں لکھا ہے:

وقاعدة المحدثين ان راوى الاتصال مقدم على راوى

۱۔ جامع المسانید (۱/۲۲)

۲۔ إعلان بالتوبيخ لِمَنْ ذَمَّ التاريخ (ص ۵۵)

۳۔ مقدمہ مغانی الاخیار فی شرح رجال شرح معانی الآثار (قلمی، ورق ۳۳۰)

الارسال والانقطاع لان معه زیادة علم تؤید ما قاله العینی، فاحفظ ذلک فانه مهم.[۱]

محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ (سند کو) متصل بیان کرنے والا راوی اس راوی پر فوقیت رکھتا ہے کہ جو اس کو مرسل اور منقطع بیان کر رہا ہے، اس لیے کہ اس (متصل بیان کرنے والے) کے پاس زیادہ علم ہے۔ یہ قاعدہ امام بدر الدین عینی کے بیان کردہ موقف کی تائید کرتا ہے۔ تم اس بات کو یاد رکھو، کیونکہ یہ ایک اہم نکتہ ہے۔

مورخ اسلام حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وذكر بعضهم انه روى عن سبعة من الصحابة.[۲]

بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سات صحابہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

آپ نے جن سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں وہ شارح طحاوی، حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[۳]

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۵۵)
۲۔ البدایہ والنہایہ (۸۶/۷)، التکمیل فی الجرح والتعدیل (۳۷۵/۱)
۳۔ الجواہر المضیہ (۲۸/۱)

محدث جلیل امام محمد علی بن محمد علان شافعیؒ (م ۱۰۵۷ھ) امام اعظمؒ کے تذکرے میں تصریح کرتے ہیں:

وقد نظم بعضهم اسماء بعض من روى عنها الامام ابو حنيفة من الصحابة، فقال:

ابو حنيفة زين التابعين روى عن جابر وابن جزء والرضا انس
ومعقل وحربی ووائلة وبنت عجرد، علم الطیبين قبس[۱]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت حدیث کی ہے، ان کے ناموں کو بعض اہل علم نے اپنی نظم میں جمع کر دیا ہے۔ اس نظم کا مفہوم یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جو زینتِ تابعین ہیں، انہوں نے ان درج ذیل صحابہؓ سے روایت کی ہے۔

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، (۲) حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، (۴) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، (۵) حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ، (۶) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، (۷) حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا۔

یہاں ان دونوں بیانات میں چھ صحابہؓ کے نام مشترک ہیں۔ البتہ ساتویں صحابی کے متعلق اختلاف ہے، حافظ عبد القادر قرشیؒ نے اس ساتویں صحابی کا نام حضرت عبد اللہ بن انیسؓ ذکر کیا ہے، جب کہ حافظ ابن علانؒ کے بیان میں اس ساتویں صحابی کا نام حضرت عمرو بن حریثؓ ہے۔ نیز ماقبل امام بدر الدین عینی کے حوالے سے امام اعظمؒ کے جن سات مشائخ صحابہؓ کے اسماء ذکر ہوئے ہیں، ان میں ساتویں صحابی کا نام حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔ اس طرح ان تینوں بیانات کو جمع کیا جائے تو وہ صحابہ کہ جن سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث کا سماع کیا ہے، ان کی تعداد نو ہو جاتی ہے۔

۱۔ الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النوویہ (۳۳۳،۳۳۲/۱)

نیز ان نو صحابہؓ کے علاوہ آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث نبویہ کا سماع کیا تھا۔ ان دس صحابہؓ سے امام صاحب کی سماعت و روایتِ حدیث کی تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ کریں۔

(۱) حضرت انسؓ سے سماعت و روایت حدیث

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی یہ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی متعدد بار زیارت بھی کی ہے، اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث مبارکہ سُن کر آگے ان کو روایت بھی کیا ہے۔ چنانچہ امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) اور امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ)، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی سماعتِ حدیث کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

توفی ابوحنیفة سنة خمسين ومائة، ورأى انس بن مالك سنة خمس وتسعين وسمع منه[1]

امام ابوحنیفہؒ نے ۱۵۰ ہجری میں انتقال فرمایا، اور آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ۹۵ ہجری میں دیکھا تھا اور اُن سے حدیث کا سماع کیا تھا۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) صاحب "حلیۃ الاولیاء" ارقام فرماتے ہیں:

ذكر من رأى من الصحابة وروى عنهم انس بن مالك، وعبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدي، ويقال: عبدالله بن ابي اوفى الاسلمي رضي الله عنهم[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جن صحابہ کو دیکھا ہے، اور اُن سے حدیث کی روایت کی ہے، وہ یہ ہیں: حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی، اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ اسلمی

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۸) للصیمری، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۸) للمکی، منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۰) للسلماسی

۲۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۳) لابی نعیم، الانتصار والترجیح (ص ۱۹) لسبط ابن الجوزی

بھی ان میں سے ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

امام ابوبکر محمد بن عمر الجعابی (م ۳۵۵ھ) جو امام دارقطنیؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین کے استاذ ہیں، یہ عظیم محدث بھی امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے رویت اور روایتِ حدیث کی تصریح کرنے والوں میں سے ہیں، جیسا کہ ان کا بیان آگے بحوالہ آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ!

امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ سے جو احادیث سننے کے بعد روایت بھی کی ہیں، ان میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

حدیث (۱) طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ[1]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حدیث (۲) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فریادخواہ کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے۔

حدیث (۳) اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ[3]

ترجمہ: نیکی کی طرف بلانے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

حدیث (۴) مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.[4]

۱۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۴۳) لابی نعیم، مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۳، رقم الحدیث: ۳، ۴، ۷، ۹، ۱۰) لابن خسرو، مناقب ابی حنیفۃ (۳۰) للمکی، الجواہر المضیئۃ فی اخبار قزوین (۱/۲۹۰)

۲۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۵، رقم الحدیث: ۲، ۳) لابن خسرو، اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۸) للصیمری، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۸) للمکی، الانتصار والترجیح (ص ۴۲) لسبط ابن الجوزی، معجم شیوخ الابرقوہی (ص ۵۲، ۵۳)

۳۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۳، ۱۷۵، رقم الحدیث ۵، ۸) لابن خسرو، جامع المسانید (۱/ ۸۵) للخوارزمی، اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۸) للصیمری

۴۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۳، رقم الحدیث: ۴) لابن خسرو، الجواہر المضیئۃ فی اخبار قزوین (۳/ ۲۹۰، ۲۹۱) للرافعی

ترجمہ: جو شخص دین میں تفقہ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرتے ہیں، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

یہ مذکورہ چار مرفوع احادیث ہیں، یعنی ان کو امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ جب کہ اگلی دو موقوف احادیث ہیں، کہ ان میں آپ نے حضرت انسؓ کے خود اپنے ارشادات نقل کیے ہیں:

حدیث (۵) عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ: كَانَ عُلَمَاؤُنَا كُلُّهُمْ يَقُوْلُوْنَ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ اِنَّهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَيَتَشَهَّدُ فِيْهِمَا وَيُسَلِّمُ. قَالَ حَمَّادُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ: هٰكَذَا يُفْتِيْ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ هٰكَذَا.[1]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ سہو کے دونوں سجدے سلام پھیرنے کے بعد کیے جائیں۔ امام حماد بن ابی سلیمانؒ (استاذ امام ابوحنیفہؒ) کا قول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فتویٰ دیتے ہوئے سنا ہے۔

حدیث (۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى لِحْيَةِ اَبِيْ قُحَافَةَ كَاَنَّهَا ضِرَامُ عَرْفَجٍ.[2]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: میں گویا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (والد ماجد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی داڑھی کو دیکھ رہا ہوں کہ جیسے وہ عرفج (ایک درخت جو نرم زمین میں اُگتا ہے) کی کونپل ہے۔

واضح رہے کہ ان چھ احادیث کی سند میں ایک راوی ابوالعباس احمد بن محمد بن مغلس الحمانی (م ۳۰۲ھ) ہے۔ یہ امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) صاحب السنن کے شیخ امام جبارہ بن

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۹) للصیمری، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۸، ۲۹) للمکی

۲۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۹) للصیمری، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۹) للمکی

مغلس (م ۲۴۱ھ) کا بھتیجا ہے۔ اگرچہ کئی علماء نے اس پر جرح کی ہے لیکن اس کے اپنے معاصر محدث امام ابن ابی خیثمہ (م ۲۷۹ھ) اس کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا:

اُكْتُبْ عن هذا الشيخ يا بنيّ، فانه يكتب معنا في المجلس منذ سبعين سنة[1]

بیٹا! اس شیخ (احمد بن محمد بن مغلس) سے احادیث لکھا کرو، کیونکہ یہ ہمارے ساتھ مجلس میں ستر سال سے احادیث لکھ رہا ہے۔

علامہ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے بھی محمد بن عمر بن الحسین الاشنہ وردی (م ۳۶۴ھ) کے ترجمہ میں ان کے واسطے سے ایک حدیث کہ جس کو احمد بن محمد بن مغلس الحمانی نے محمد بن سماعہ سے، انہوں نے امام ابو یوسف سے، انہوں نے امام ابوحنیفہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سے روایت کیا ہے، کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

احمد بن محمد الحماني قرابة جبارة بن مغلس و كان ثقة.[2]

احمد بن محمد الحمانی جو کہ جبارہ بن مغلس کے قرابت دار ہیں، ثقہ تھے۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) نے احمد بن محمد الحمانی کو عراق و خراسان کے شیوخ محدثین میں شمار کیا ہے۔[3]

دراصل احمد بن مغلس پر جرح کرنے والے وہ محدثین (دارقطنی وغیرہ) ہیں جو احناف سے خصوصی بیر رکھتے ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو جب معاف نہیں کیا تو یہ لوگ آپ کے مناقب نویس (احمد بن مغلس) کو کیسے معاف کر سکتے تھے؟

محدث ناقد علامہ زاہد الکوثری (م ۱۳۷۱ھ) اس کے دفاع میں لکھتے ہیں:

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۷، ۱۶۸)

۲۔ تاریخ بغداد (۳/ ۲۳۳)

۳۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۲۴۸)

وفي اسناده علو وفي شيوخه كثرة وقد اخذ عنه الناس لا يحصون وبينهم ائمة اجلة لكن ذنبالرجل انه الف كتابا في مناقب ابي حنيفة حينما كان خصوم ابي حنيفة يتمنون ان يصفوا لجولالآبار الذى كانوا حملوه على تدوين مثالب لابي حنيفة افكا وزورًا. فتحاملوا على الحماني هذا ليسقطوا رواياته.[1]

احمد بن محمد بن مغلس کی سند عالی تھی اور اس کے شیوخ بھی کثرت سے تھے، اور اس سے اس قدر لوگوں نے علم حاصل کیا کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا، ان میں سے کئی جلیل القدر ائمہ بھی ہیں۔ لیکن اس شخص کا قصور اتنا ہے کہ اس نے امام ابوحنیفہ کے مناقب میں کتاب لکھی ہے۔

چنانچہ اس وقت سے امام ابوحنیفہ کے مخالفین کی خواہش ہے کہ وہ (احمد بن علی) الابار[2] (م ۲۹۰ھ) کے لیے فضاء صاف کر دیں کہ جس کو انہوں نے امام ابوحنیفہ کے خلاف مثالب (من گھڑت الزامات) لکھنے پر آمادہ کیا ہے، اس لیے ان لوگوں نے حمانی پر بہتان تراشی کی ہے تا کہ وہ اس کی روایات کو ساقط کر دیں۔

نیز احمد بن مغلس کے واسطے سے امام اعظم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ان چھ احادیث میں سے جو پہلی حدیث (طَلَبُ العِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِم)

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۸)

۲۔ یہ شخص "الابار" سے مشہور ہے۔ (کتاب الانساب، ۱/ ۲۰۳۔ اللباب فی تہذیب الانساب، ۱/ ۳۴۳) امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے خلاف کتب جرح میں جو من گھڑت اور المناکوی روایات منقول ہیں، ان کا ایک کردار یہ شخص بھی ہے۔ محدث ناقد حافظ ازدی (م ۳۷۴ھ) نے بھی اس کو من گھڑت حدیث روایت کرنے والا قرار دیا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء، ۱/ ۸۲، میزان الاعتدال، ۴۹۰)

ہے، یہ ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ محمد بن عبدالملک بن المعافی بن الفضل ابو عبداللہ القزوینیؒ نے اس حدیث کو اپنے والد عبدالملکؒ سے، انہوں نے اپنے والد المعافیؒ سے، انہوں نے اپنے والد الفضلؒ سے، انہوں نے اپنے والد عونؒ سے، انہوں نے اپنے والد المعافیؒ سے، انہوں نے اپنے والد زکریاؒ سے، انہوں نے اپنے والد حمیشؒ سے، انہوں نے اپنے والد معافیؒ سے، انہوں نے امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

یہ محمد بن عبدالملکؒ بتصریح امام عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینیؒ (م ۶۲۳ھ): خود بھی ایک فقیہ، شاعر، ادیب، فاضل، باکمال اور صاحب التصانیف تھے، اور ان کے یہ سب آباؤ اجداد (جن سے انہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے) بھی ثقات، فضلاء، فقہاء اور موصوف بالخیر تھے۔

جب کہ محمد بن عبدالملکؒ سے یہ حدیث ان کے پوتے قاضی عبدالملک بن احمد بن محمد بن عبدالملکؒ (م ۵۳۴ھ) نے روایت کی ہے، اور امام قزوینیؒ نے اُن کی کتاب سے یہ حدیث نقل کی ہے، اور اپنے متعدد اساتذہ کے واسطے سے بھی ان سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[1]

قاضی موصوف بھی عظیم المرتبت محدث ہیں، اور امام قزوینیؒ نے ان کے ترجمہ میں ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔[2] یہ روایت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اگرچہ عن کے صیغہ سے بیان کی ہے، لیکن امام صاحبؒ چونکہ تدلیس سے بالکل پاک ہیں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کو تقریباً پندرہ سال کی معاصرت حاصل ہے، اور اصولِ حدیث کی رُو سے غیر مدلس راوی کا اپنے معاصر سے عن سے روایت کرنا سماع پر محمول ہوتا ہے۔[3] اور اس بات کا اقرار علمائے غیر مقلدین کو بھی ہے۔[4] بالخصوص جب

۱۔ التدوین فی اخبار قزوین (۱/۳۳۷-۳۳۸) ۲۔ ایضاً (۳/۲۹۰-۲۹۸)
۳۔ مثلاً دیکھئے الکفایۃ (ص ۲۹۱) للخطیبؒ، التمہید (۱/ ۲۸، ۲۹) لابن عبدالبرؒ، الموقظۃ فی =

امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہونا خود آپ کی اپنی زبانی ثابت ہو چکا ہے، اور محدثین کے ایک جم غفیر کی اس پر زوردار شہادتیں بھی موجود ہیں۔ لہٰذا اس صحیح السند روایت سے بھی امام اعظمؒ کا حضرت انسؓ سے سماعت و روایت حدیث ثابت ہو جاتا ہے۔[5]

علاوہ ازیں امام ناصر السنۃ عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۴ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی سند (جس کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے) سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بھی نقل کی ہے، چنانچہ موصوف اپنی سند متصل کے ساتھ امام صاحبؒ سے ناقل ہیں کہ آپ نے فرمایا:

حدیث (۷) وَلَقِيْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ الْاَنْصَارِیَّ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا بِهَا قَلْبَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَلَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا۔[6]

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بھی خلوص اور دل کے اخلاص کے ساتھ "لا الٰہ الا اللہ" کہا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو کہ جس طرح اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو ایسے رزق دیا جائے جیسے پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔

= علم مصطلح الحدیث (ص ۳۴، ۳۵) للذہبیؒ، النکت علی کتاب ابن صلاح (ص ۲۱۲) لابن حجرؒ، توجیہ النظر الی علم اصول الاثر (ص ۱۸۸، ۱۸۹) للجزائریؒ
۵۔ دیکھئے توضیح الافکار (۱/۳۹۹) للصنعانیؒ، قواعد التحدیث (ص ۱۳۳) للقاسمیؒ
۶۔ جزءُ الاحادیث السبعۃ عن سبعۃ من الصحابۃ الذین روی عنہم الامام ابوحنیفۃ، مطبوع در ضمن "الرسائل الثلاث الحدیثیۃ" (ص ۱۷۰)، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۰۶) للمکیؒ

(۲) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس جلیل القدر صحابی سے بھی حدیث سننے اور روایت کرنے کا عظیم شرف حاصل کیا ہے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ چنانچہ نامور محدث امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مؤلف "حِلْيَةُ الْأَوْلِيَاءِ" حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی روایتِ حدیث کے ثبوت میں لکھتے ہیں:

له صحبة سكن مصر، لقيه بمكة، وسمع منه، وهو ابن ستة عشر سنة.[۱]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں، جو کہ مصر میں مقیم تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مکہ مکرمہ میں ان سے ملے تھے، اور ان سے حدیث کا سماع کیا تھا، جب امام صاحبؒ کی عمر سولہ سال تھی۔

نیز امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث کے ذیل میں بھی امام ابونعیم اصفہانیؒ کا ایک بیان گزر چکا ہے، جس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کو ان تین صحابہؓ میں شمار کیا ہے کہ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایتِ حدیث کی ہے۔

اسی طرح امام ابونعیم اصفہانیؒ کے استاذ اور محدث کبیر حافظ ابوبکر محمد بن عمر الجعابیؒ (م ۳۵۵ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے امام صاحبؒ کی روایتِ حدیث کی تصریح کی ہے، چنانچہ امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ذكر الامام الحافظ ابوبكر محمد بن عمر بن سلم الجعابي في كتاب جمعه في ذكر من روى عنه ابو حنيفة رحمه الله من الصحابة او رآه: انس بن مالك وعبدالله بن الحارث بن

۱۔ مسند الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۵) لابی نعیم

اخي محمية بن جزء الزبيدي رضي الله عنهما[۱]

امام حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن سلم الجعابیؒ نے اپنی کتاب[۲] جس میں انہوں نے اُن صحابہؓ کے ناموں کو جمع کیا ہے کہ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، یا جن کو آپ نے دیکھا ہے، اس میں انہوں نے ان دو صحابہ کا ذکر بھی کیا ہے: حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن حارث بن اخو محمیہ بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہما۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ)، امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وذكر الحافظ العامري في تاليفه الرياض المستطابة وكذلك ملخصة صالح بن صالح العلائي ومن خطه نقلت ان الامام ابو حنيفة رأى عبدالله بن حارث بن جزء الصحابي وسمع منه قوله صلى الله عليه وسلم: مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.[۳]

حافظ عامریؒ (امام ابوزکریا عماد الدین یحییٰ بن ابوبکر بن محمد العامری الیمنی المتوفی ۸۹۳ ہجری جو کہ ادیب، محدث، حافظ الحدیث اور متعدد کتب نافعہ کے مصنف ہیں)[۴] نے اپنی کتاب "الرياض المستطابة"[۵] میں ذکر کیا ہے، اسی طرح اس کتاب کے تلخیص

۱۔ مسند الامام الاعظمؒ (۲/۳۹۷)
۲۔ امام جعابیؒ کی مذکورہ بالا کتاب کا نام "الانتصار لمذهب ابي حنيفة" ہے۔ "مناقب ابی حنیفہ" (ص ۹) للمکی
۳۔ شذرات الذہب (۱/۲۳۷)
۴۔ کشف الظنون (۱/۹۳۷)، ہدیۃ العارفین (۲/۵۲۹)
۵۔ یہ کتاب مطبوعہ ہے، اور اس کتاب کا پورا نام "الرِّيَاضُ الْمُسْتَطَابَةُ فِيْ جُمْلَةِ مَنْ رَوَى فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ" ہے۔ اس کتاب میں امام عامریؒ نے حضرت عبداللہ =

(تحقیص کرنے والے) امام صالح بن صلاح علائی نے بھی ذکر کیا ہے، اور میں ان ہی کی تحریر سے ذکر کر رہا ہوں کہ:

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تھی کہ مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.

ترجمہ: جو آدمی دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے غم کی کفایت کرتے ہیں، اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

یہ مذکورہ حدیث امام صاحبؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے مسجدِ حرام میں سنی تھی، جب آپ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کی معیت میں فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ جیسا کہ امام ابونعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ)، امام ابن عبدالبر مالکی (م ۴۶۳ھ) اور امام ابن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) وغیرہ محدثین نے آپ سے سندِ متصل کے ساتھ نقل کیا ہے۔[1]

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی سند پر اس لیے اعتراض کیا ہے کہ اس میں بھی احمد

٭ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کے تعارف میں لکھا ہے: وَرُوِيَ أَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ الْإِمَامَ رَآهُ وَهُوَ غُلَامٌ، وَسَمِعَ مِنْهُ قَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. روایت کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی نوعمری میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تھا کہ جو شخص دین میں تفقہ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرتے ہیں، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ دیکھئے کتاب مذکور (ص ۲۱۵) طبع مکتبۃ المعارف، بیروت

۱۔ مثلاً دیکھئے: مسند الامام ابی حنیفۃؒ (ص ۲۵) لابی نعیمؒ، جامع بیان العلم وفضلہ (۱/ ۳۵) لابن عبدالبرؒ، مسند الامام الاعظمؒ (۲/ ۴۹۷-۵۰۱، رقم الحدیث: ۵۶۱-۵۶۳) لابن خسروؒ، کنز العمال (ح ۲۸۸۵۵)، تاریخ بغداد (۴/ ۳۳۲)، تاریخ نیسابور (ص ۳۰۲)

بن محمد بن مغلس حمانی جو اس حدیث کو محمد بن سماعہؒ سے روایت کر رہا ہے، وہ مجروح ہے۔[2] حالانکہ پہلے بحوالہ گزر چکا ہے کہ حمانی کی توثیق ہی راجح ہے، اور اس پر وارد جرح بوجہ عصبیت مذہبی مردود ہے۔ نیز حمانی اس روایت میں متفرد نہیں ہے، بلکہ امام ابونعیم اصفہانی اور امام ابن عبدالبرؒ وغیرہ نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے، جس میں عبید اللہ بن جعفر رازیؒ ثقہ راوی حمانی کا متابع ہے، اور اس نے بھی اس حدیث کو اپنے والد کے واسطے سے محمد بن سماعہؒ سے روایت کیا ہے۔ امام علی بن محمد بن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ) اس حدیث پر اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

قلتُ: تابع احمد بن الصلت ابو علی عبداللّٰہ بن جعفر الرازی اخرجہ الخطیب فی التاریخ وابو عمر ابن عبدالبر.[1]

میں (علی الکنانی) کہتا ہوں کہ احمد بن صلت بن مغلسؒ کی متابعت ابو علی عبداللہؒ بن جعفر رازیؒ نے کی ہے، جیسا کہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں اور علامہ ابوعمر ابن عبدالبرؒ نے (جَامِعُ بَيَانِ الْعِلْمِ وَ فَضْلِهٖ میں) اس کی تخریج کی ہے۔

امام ابونعیم اصفہانی وغیرہ نے اس حدیث کو جس سند سے روایت کیا ہے، وہ بالکل صحیح ہے، اور اس سند کے سارے راوی (محمد بن عمرؒ بن سلم الجعابی، ابوعلی عبید اللہؒ بن جعفر الرازی، جعفر بن محمد رازیؒ، محمد بن سماعہؒ[3] اور امام ابویوسفؒ[4]) ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں۔

۱۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (۱/ ۲۲۴)

۲۔ ان کا صحیح نام عبداللہ کے بجائے عبید اللہ ہے، جیسا کہ "مسند الامام ابی حنیفۃ" لابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

۳۔ ان کی توثیق پہلے امامِ اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات والی روایت کی تحقیق میں گزر چکی ہے۔

۴۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱۰/ ۳۳۹)

۵۔ یہ امام عبدالرحمان بن ابوحاتم رازیؒ (م ۳۲۷ھ) کے استاذ ہیں، اور امام موصوف نے ان کو صدوق قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۲/ ۲۸۸)

نیز امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) اور امام ابن المبرد حنبلیؒ (م ۹۰۹ھ) وغیرہ محدثین نے اس حدیث کو ایک تیسری سند سے روایت کیا ہے، جس کے مطابق مکرم بن احمد[1] بن مکرمؒ اس کو احمد بن محمدؒ بن سماعہؒ سے، وہ بشرؒ بن ولیدؒ سے، وہ امام ابو یوسفؒ سے، اور وہ امام اعظمؒ سے روایت کرتے ہیں[3]، اور اس سند کے بھی سارے راوی ثقہ ہیں۔ نیز یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔[4] اس سند کو امام ناصر السنہ عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے صحیح قرار دیا ہے۔[5] لہٰذا یہ حدیث کم از کم چار مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہے، اور اپنے ثبوت میں ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) کے نزدیک بھی یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے، چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے یہ تصریح کی کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی تھی، اور ان سے حدیث کا سماع کیا تھا، جب آپ کی عمر سولہ سال تھی، اور پھر اپنی اس تصریح پر بطور دلیل انہوں نے یہ مذکورہ حدیث بالسند نقل فرمائی، جیسا کہ پہلے ان کی یہ پوری عبارت بحوالہ گزر چکی ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث سند کے اعتبار سے بالکل درست ہے۔

اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) کے نزدیک بھی اس حدیث

ھ۔ یہ بھی نہایت ثقہ راوی ہیں۔ دیکھئے "تاریخ بغداد" (۲/۲۰۳)، "الحاوی فی بیان آثار الطحاوی" (۲/۳۰۷)

ے۔ امام موصوف کا مقام ثقہ سے بھی بڑھ کر ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

۱۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱۳/۲۲۲)

۲۔ ان کو بھی علامہ خطیبؒ نے بحوالہ امام طلحہ بن محمد بن جعفرؒ (م ۳۸۰ھ) ثقہ قرار دیا ہے۔ (ایضاً: ۵/۳۱۴)

۳۔ یہ بھی اعلیٰ درجہ کے ثقہ صدوق راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۶۷۳)

۴۔ الانتصار والترجیح (ص ۴۴) لسبط ابن الجوزیؒ، الاربعین المختارۃ من حدیث الامام ابی حنیفۃ (ح ۳۳) لابن المبردؒ، ذیل تاریخ بغداد (۱۹/۳۲۸، ۳۲۹) لابن النجار

۵۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۵) للمکیؒ ۶۔ الرسائل الثلاث المحدثیہ (ص ۱۲۹)

کی سند صحیح ہے، چنانچہ انہوں نے بھی اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ سے سند نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی سماعتِ حدیث کے ثبوت میں بحوالہ امام محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ (م ۲۳۰ھ) لکھا ہے:

ان ابا حنيفة رأى انس بن مالک وعبدالله بن الحارث بن جزء.[1]

بے شک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز موصوف نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

وسمع من عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدي، فيعد بذلك في التابعين.[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے استاذ الاستاذ امام علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) نے بھی بحوالہ امام ابن عبدالبرؒ امام اعظمؒ کو حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے سماعتِ حدیث کرنے کی وجہ سے طبقۂ تابعین میں شمار کیا ہے۔[3]

امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ) کا رجحان بھی اس حدیث کی تصحیح کی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

اورده الحافظ العراقي في تخريج الاحياء وقال اسناده ضعيف، وقد توفي عبدالله بن الحارث قبل سنة تسعين بلاخلاف. فالمشهور انه توفي سنة ست وثمانين، وقيل سنة خمس، وقيل سنة سبع، وقيل ثمان وقيل تسع. انتهى. ونقل

۱۔ جامع بیان العلم وفضلہ (۱/۴۵)

۲۔ کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی (۱/۴۵)

۳۔ اکمال تہذیب الکمال (۱۲/۵۸)

شمس الائمة الكردري في مناقب ابي حنيفة الحديث ونقل ماتعقب به كنحوما هنا. ثم نقلَ عن الحافظ ابي بكر الجعابي وبرهان الاسلام الغزنوي انهما حكيا ان عبدالله بن الحارث مات سنة تسع وتسعين. قال الكردري وعلى هذا فتمكن الرواية المذكورة. قلت وهذا يعكر على قول الحافظ العراقي انه مات قبل سنة تسعين بلاخلاف[1]

حافظ عراقیؒ نے اس حدیث کو "تخریج احیاء علوم الدین" میں ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کے ۹۰ ہجری سے پہلے فوت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ان کی وفات ۸۶ ہجری، یا ۸۷ ہجری یا ۸۸ ہجری یا ۸۹ ہجری میں ہوئی۔ انتہی۔ شمس الائمہ کردریؒ نے بھی "مناقب ابی حنیفہؒ" (ص ۱۶) میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس پر وارد مذکورہ اعتراض کو ذکر کیا اور پھر (اس اعتراض کے جواب میں) انہوں نے حافظ ابو بکر جعابیؒ اور برہان الاسلام (علی بن حسین) غزنویؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ ۹۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ امام کردریؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں (امام ابوحنیفہؒ کا حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے) یہ حدیث روایت کرنا ممکن ہے۔ میں (امام کتانیؒ) کہتا ہوں کہ اس سے حافظ عراقیؒ کا یہ کہنا غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارثؓ بلا اختلاف ۹۰ ہجری سے پہلے فوت ہوئے ہیں۔

الحاصل، یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے بالکل ثابت ہے، اور اس پر وارد تمام اعتراضات کالعدم ہیں۔

۱۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (۱/۲۲۴)

(۳) حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مولد و مسکن کوفہ کے رہنے والے ہیں، اور ان کا شمار اُن صحابہ میں ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جن کے جمال مبارک کی زیارت کرنے کے علاوہ ان سے احادیث سماعت و روایت کرنے کا شرف بھی حاصل کیا ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالکؓ کے تذکرے میں بحوالہ امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) گزرا ہے۔

شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

عبدالله بن ابي اوفى، واسم ابي اوفى علقمة، مات سنة ست وثمانين، وهو احد من روى عنه ابوحنيفة رضي الله عنه ولا يلتفت الى قول المنكر المتعصب[1]

حضرت عبداللہؓ جو حضرت ابو اوفیٰؓ، کہ جن کا نام علقمہ ہے، کے صاحبزادے ہیں، ان (حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ) کا انتقال ۸۶ ہجری میں ہوا، اور وہ اُن صحابہ میں سے ایک ہیں کہ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایتِ حدیث کی ہے، لہٰذا کسی منکر متعصب کی بات کی طرف دھیان نہ دیا جائے۔

مؤرخ الشام علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) رقمطراز ہیں:

عبدالله بن ابي اوفى رضي الله عنهما مات سنة سبع وثمانين او خمس وثمانين، فلعل الامام سمع منه وعمره سبع سنين او خمس سنين.[2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہما کا انتقال ۸۷ ہجری یا ۸۵ ہجری میں

۱۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۱۰/۱۸۱، ح ۱۶۹۲)

۲۔ عقود الجمان (ص ۵۹)

ہو، ممکن ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ نے ان سے حدیث کا سماع کیا اس وقت آپ کی عمر سات یا پانچ سال ہو۔

شارحِ مشکوۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے امام صاحبؒ کے سماعت اور روایتِ حدیث کو درست قرار دیا ہے۔[1]

امام صاحبؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث بن کران کو روایت کیا ہے، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا، وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کے لیے کوئی مسجد بنائی، اگرچہ وہ قطات (بٹیر) کے گھونسلے کے برابر ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

اس حدیث کو امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) وغیرہ محدثین نے امام صاحبؒ سے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2]

نیز اس حدیث کو امام عبدالملک بن احمد القزوینیؒ (م ۵۳۳ھ) نے بھی مسلسل اپنے آباء و اجداد (جو سب قضاۃ، فقہاء، فضلاء تھے) کے واسطے سے امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) سے، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔[3]

لہٰذا اس حدیث کی یہ مختلف سندیں باہم مل کر انتہائی قوی ہو جاتی ہیں، اور اس

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۵۱)

۲۔ مسند الامام الاعظم (۲/۵۰۱-۵۰۳، رقم الحدیث ۵۶۵-۵۶۷) لابن خسرو، جامع المسانید (۱/۴۳) للخوارزمی، مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۱، ۳۲) للمکی، الانتصار والترجیح (ص ۲۳) لسبط ابن الجوزی

۳۔ التدوین فی اخبار قزوین (۱/۳۲۸)

حدیث کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) اس حدیث کو بروایت امام ابوحنیفہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هٰذا الحديث متنه صحيح بل متواتر.[1]

اس حدیث کا متن صحیح بلکہ متواتر ہے۔

علاوہ ازیں امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے سندِ متصل امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ یہ تین حدیثیں بھی نقل کی ہیں:

۱۔ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ.[2]

ترجمہ: تمہارا کسی چیز سے (ناجائز) محبت کرنا تم کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

۲۔ اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ، وَالدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَمِثْلِهٖ.[3]

ترجمہ: خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی خیر کرنے والے کی طرح ہے، اور شر کی طرف بلانے والا بھی شر کرنے والے کی طرح ہے۔

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.[4]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ فریاد خواہ کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے۔

امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے ان مذکورہ تینوں حدیثوں کی سند کو صحیح کہا ہے۔[5]

۱۔ تبییض الصحیفہ (ص ۳۲)

۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۶) للمکی، جُزْءُ الْاَحَادِيْثِ السَّبْعَةِ عَنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ رَوٰى عَنْهُمُ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، مطبوع در ضمن "الرَّسَائِلُ الثَّلَاثُ الْحَدِيْثِيَّةُ" (ص ۱۷۰)

۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

۵۔ الرسائل الثلاث الحدیثیہ (ص ۱۷۰)

(۴) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ۹۴ ہجری (جب آپ کی عمر شریف چودہ برس تھی) میں حدیث کا سماع کیا تھا، جب وہ کوفہ تشریف لائے تھے، جیسا کہ کئی محدثین نے مختلف اسناد کے ساتھ خود امام صاحبؒ کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَقَدِمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُنَيْسٍ الْكُوْفَةَ اَرْبَعَ وَتِسْعِيْنَ، وَسَمِعْتُ مِنْهُ وَاَنَابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ[1]

میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا، اور ۹۴ ہجری میں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تھے، اور میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا کسی چیز سے (بہت زیادہ) محبت کرنا تم کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

اعتراض: حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں الحسن بن علی بن محمد بن اسحاق بن زر الیسانی الدمشقی اور اس کا استاذ علی بن بابویہ الاسوارؒ دونوں مجہول راوی ہیں۔[2]

جواب: اس اعتراض کی دونوں شقیں غلط ہیں: اوّل اس لیے کہ مجہول باصطلاح حدیث اس راوی کو کہتے ہیں کہ جس سے صرف ایک شخص روایت کرنے والا ہو۔ جب کہ

۱۔ مسند الامام الاعظم (۲/۵۰۳-۵۰۶، رقم الحدیث: ۵۶۸-۵۷۰) لابن خسرو، جامع المسانید (۱/ ۷۸، ۷۹) للخوارزمی، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۱، ۳۲) للمکی، الانتصار والترجیح (ص ۲۲) لسبط ابن الجوزی

۲۔ لسان المیزان (۲/۲۷۹)

اس حدیث کو الحسن بن علی الدمشقی سے کم از کم دو جلیل القدر راوی (ابوسعد اسماعیل بن علی الرازی السمانؒ اور ابو احمد محمد بن عبداللہ ربیب الوزیر ابی العباس الاسفرائینیؒ) روایت کر رہے ہیں، اور جس راوی سے آگے دو راوی روایت کرنے والے ہوں، اس کو مستور کہتے ہیں۔[1]

نیز اس پر کسی قسم کی جرح بھی ثابت نہیں ہے۔ غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ نے لکھا ہے:

علامہ عراقی فرماتے ہیں، جو محدث مجروح نہ ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ (اس علم کے اٹھانے والے عادل ہوں گے) عادل ٹھہرے گا۔ ("الفیہ عراقی" ص ۴۴)

حافظ ابن حجر نے مجہول مستور کو ساتویں مرتبہ میں داخل کیا ہے، اس کے بعد آٹھویں مرتبہ کو ضعیف کہا ہے۔ (مقدمہ تقریب)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: صحیحین کے رواۃ میں بہت سے ایسے ہیں جن کی توثیق صراحتاً کسی سے ثابت نہیں۔ (میزان، ج ۳، ص ۳)[2]

علاوہ ازیں الحسن بن علیؒ تیسری صدی کے بعد کا راوی ہے، اور پہلے امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات والی روایت کے ضمن میں بحوالہ غیر مقلدین گزر چکا ہے کہ تیسری صدی کے بعد کے راویوں کے لیے صراحتاً توثیق ثابت ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ ان کا فسق اور بداخلاقی سے محفوظ ہونا کہ جس کو مستور کہتے ہیں، ہی کافی ہے۔ نیز اس کا اپنے استاذ سے سماع ثابت ہو۔

بنابریں الحسن بن علی بن محمد بن اسحاق بن زر الیسانی الدمشقی کا فسق و بداخلاقی میں مبتلا ہونا ثابت نہیں ہے، اور اس روایت میں اس نے اپنے استاذ علی بن بابویہؒ سے

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب "رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ" (ص ۱۲۴، ۱۲۵) طبع دوم

۲۔ خیر الکلام (ص ۱۹۸، ۱۹۹)

"حدثنا" کہہ کر یہ حدیث بیان کی ہے، جو کہ علی بن بابویہ سے اس کے سماع پر واضح دلیل ہے۔ لہٰذا اس کی یہ روایت اصولِ حدیث اور غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔

نیز اس اعتراض کی شق ثانی بھی غلط ہے، کیونکہ ابو الحسن علی بن محمد بن بابویہ الاسواری (م ۳۵۸ھ) بھی مجہول نہیں، بلکہ وہ ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ امام یحییٰ بن مندہ (م ۵۱۱ھ) نے اپنی "تاریخ اصبہان" میں ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کو ثقہ، متقی، صاحب ورع اور ایک دین دار شخص قرار دیا ہے۔ اسی طرح دیگر محدثین بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔[1]

امام ابو موسیٰ محمد بن ابو بکر اصفہانی (م ۵۸۱ھ) اور حافظ ابن ناصر الدین (م ۸۴۲ھ) نے ان کو زاہد (پارسا) اور اصحاب حدیث میں سے قرار دیا ہے۔[2]

لہٰذا اس حدیث پر امام ابن عساکر کے اعتراض کی دونوں شقیں غلط ہیں۔

اسی طرح یہاں ایک مشہور اشکال یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ، جو مشہور صحابی ہیں، ۵۴ ہجری میں امام ابو حنیفہؒ کی ولادت سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے، تو پھر امام ابو حنیفہؒ کا ان سے حدیث سننا کیسے ممکن ہے؟

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ان الصحابة المسمين عبدالله بن انيس خمسة، فلعل الذى روى عنه ابو حنيفة واحد آخر منهم غير الجهنى المشهور.[3]

عبد اللہ بن انیس نام کے پانچ صحابہؓ ہیں، تو ممکن ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے جس عبد اللہ بن انیسؓ نامی صحابی سے حدیث سنی ہے وہ حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی مشہور صحابیؓ کے علاوہ کوئی دوسرے عبد اللہ بن انیس ہوں۔

۱۔ حاشیۃ الاکمال (۱/۱۹۳، ۱۹۵) لابن ماکولا

۲۔ زیادات علی الموتلف والمختلف (ص ۱۵۷) لابن الجبرانی، توضیح المشتبہ (۱/۶۷) لابن ناصر الدین

۳۔ تبییض الصحیفۃ (ص ۳۱)

(۵) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایتِ حدیث

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بھی اُن صحابہ میں سے ہیں کہ جن سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو احادیثِ نبویہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

شارحِ مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

وَمِنْهُمْ وَاثِلَةُ ابْنُ الْاَسْقَعِ، رَوٰى عَنْهُ حَدِيْثَيْنِ: لَا تُظْهِرُ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ، دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ. اَلْاَوَّلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ وَحَسَّنَهُ، وَالثَّانِيْ جَاءَ مِنْ رِوَايَةِ جَمْعٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَصَحَّحَهُ الْاَئِمَّةُ، وَاُعْتُرِضَ بِاَنَّهُ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاثٍ اَوْ خَمْسٍ وَّثَمَانِيْنَ، وَجَوَابُهُ مَا مَرَّ آنِفًا.[1]

امام ابو حنیفہؒ جن صحابہؓ سے احادیث روایت کرتے ہیں اُن میں سے ایک حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ آپ نے ان سے یہ دو حدیثیں روایت کی ہیں:

حدیث (۱): لَا تُظْهِرُ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ.

ترجمہ: اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے عافیت دے دے اور تم کو اس میں مبتلا کر دے۔

حدیث (۲): دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ.

ترجمہ: جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر تم وہ چیز اپنا لو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

پہلی حدیث کو امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) نے بھی (جامع الترمذی: ۲۵۰۶ میں) ایک اور سند سے روایت کیا ہے، اور اُس کو حسن قرار دیا ہے، جبکہ دوسری حدیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور ائمہ حدیث اس کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۳ یا ۸۵ ہجری میں ہوئی (تو پھر امام ابو حنیفہؒ

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۵۱، ۵۲)

نے اپنی کم عمری میں ان سے یہ احادیث کیسے روایت کر لی ہیں)۔ اس کا جواب وہی ہے جو ابھی گزرا ہے (کہ چھوٹا بچہ اگر اچھے اور برے میں تمیز کر سکتا ہو تو اس کا سماع صحیح ہے، اگرچہ وہ پانچ سال یا اس سے کم عمر کا ہی کیوں نہ ہو)[1]

امام ابن حجر مکی نے حضرت واثلہ کا سن وفات ۸۳ یا ۸۵ ہجری بیان کیا ہے، جبکہ ایک قول ۸۶ ہجری کا بھی ہے۔[2]

اس لحاظ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر کم از کم چھ سال تھی اور آپ کا ان سے سماعِ حدیث بطریق اولیٰ ممکن ہے۔

آپ نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مذکورہ بالا دو حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے پہلی حدیث کو آپ سے امام اسماعیل بن عیاشؒ (م ۱۸۱ھ، جو کہ "الحافظ، الامام محدث الشام، بَقِيَّةُ الْأَعْلَامِ تھے")[3] اور امام ابو سعید عبداللہ بن سعید الاشجؒ (م ۲۵۷ھ، جو کہ ثقہ حافظ الحدیث تھے)[4] نے روایت کیا ہے۔ جب کہ دوسری حدیث امام اسماعیل بن عیاشؒ آپ سے روایت کر رہے ہیں۔ اور ان دونوں کی حدیثوں کی سند آپ تک متصل ہے۔ جیسا کہ ان دونوں حدیثوں کو امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) وغیرہ محدثین نے آپ کے طریق سے بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[5]

علاوہ ازیں امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۴ھ) نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک تیسری حدیث بھی نقل کی ہے، جس کو آپ سے امام علاء بن ہلال الرقی (م ۲۱۵ھ) نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۳۸، ۳۹)
۲۔ الاستیعاب (ت: ۲۷۴۲)
۳۔ سیر اعلام النبلاء (۳۱۲/۸) ۴۔ تہذیب التہذیب (۱۵۵/۳)
۵۔ مسند الامام الاعظم (۸۳۹/۲-۸۴۱، رقم الحدیث: ۱۱۱۷-۱۱۱۹) لابن خسرو، جامع المسانید (۸۶/۱) للخوارزمی، تبییض الصحیفۃ (ص ۲۹) للسیوطی، مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۲) للمکی، الانتصار والترجیح (ص ۳۳) لسبط ابن الجوزی

وَلَقِيتُ وَاثِلَةَ ابْنَ الْأَسْقَعِ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَظُنُّ أَحَدُكُمْ أَنَّهُ يَتَقَرَّبُ إِلَى اللّٰهِ بِأَقْرَبَ مِنْ هٰذِهِ الرَّكَعَاتِ يَعْنِي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ[1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی یہ گمان نہ کرے کہ وہ ان پانچ (فرض) نمازوں کے بجائے کسی اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل کر سکتا ہے۔

(۶) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک عظیم مجاہد، کثیر الروایت اور جلیل المرتبت صحابی ہیں۔ ان کے سن وفات سے متعلق محدثین میں اختلاف ہے۔

امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) جو کہ بتصریح حافظ ذہبیؒ: المحدث العالم، مفید اہل بغداد... تھے،[2] تحریر فرماتے ہیں:

ابو حنيفة عن جابر بن عبد الله الانصاري، مات سنة ثمان وتسعين.[3]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایتِ حدیث کی ہے، اور حضرت جابرؓ کا انتقال ۹۸ ہجری میں ہوا۔

امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے بھی امام محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ (م ۲۳۴ھ) جو کہ بتصریح حافظ ذہبیؒ: الحافظ الحجہ اور شیخ الاسلام تھے،[4] سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

توفي جابر بن عبد الله سنة ثمان وتسعين.[5]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۹۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۶) للمکی، رسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۴۰)
۲۔ سیر اعلام النبلاء (۵۹۴/۱۹) ۳۔ مسند الامام الاعظم (۲۳۶/۱)
۴۔ سیر اعلام النبلاء (۴۵۵/۱۱) ۵۔ المعجم الکبیر (۳۴۹/۲)

علامہ واقدی (م ۲۰۷ھ) نے بھی حضرت جابرؓ کا سن وفات ۹۸ ہجری ذکر کیا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا انتقال بھی ۸۰ ہجری کے بعد ہوا ہے، اور انہوں نے اس سلسلے میں "مسند احمد بن حنبل" کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ (آپ کے علاوہ) اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کون باقی بچا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ: سلمہ بن اکوعؓ اور انس بن مالکؓ۔

حالانکہ ۸۰ ہجری تک بکثرت صحابہ کرام باحیات تھے (جیسا کہ ان میں سے بعض صحابہؓ کے اسمائے مبارکہ ہم ماقبل قارئین کے گوش گزار بھی کر چکے ہیں) خصوصاً حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ کوفہ میں مقیم تھے اور ان کا انتقال ۸۶ یا ۸۷ یا ۸۸ ہجری میں ہوا۔[2]

نیز امام ابن خسروؒ وغیرہ محدثین کے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ یہ مدینہ منورہ میں مقیم صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔[3] تو یہ بھی اس بات پر ایک ٹھوس دلیل ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۰ ہجری کے بعد ہوئی، کیونکہ مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام میں سے کئی حضرات ایسے ہیں کہ جن کا سن وفات ۸۰ ہجری کے بعد ہے، جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ المتوفی ۸۸ یا ۹۱ ہجری۔[4]

اس ساری تفصیل سے یہ حقیقت خوب آشکارا ہو جاتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۰ ہجری سے پہلے نہیں ہوا، بلکہ اس کے بعد ۹۸ ہجری یا اس کے قریب قریب

۱۔ مجمع الزوائد (۱۰/۱۰)

۲۔ تہذیب التہذیب (۱/۳۵۰، ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری، ۴/۸۷، ۳ ترجمہ سلمہ بن عمرو بن الاکوعؓ)

۳۔ ایضاً (۱/۳۵۰)، حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ (۱/۲۳۱)، محاسن الاصطلاح (ص ۴۳۹)

۴۔ اسد الغابۃ (۲/۵۷۹)، تاریخ الصحابۃ (ص ۱۲۱) لابن حبانؒ

ہوا۔ لہٰذا اُن حضرات کا موقف ہی مبنی بر حقیقت ہے کہ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سماع وروایت حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں۔ اور کتب حدیث میں امام صاحبؒ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث بھی موجود ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا رُزِقْتُ وَلَدًا قَطُّ وَلَا وُلِدَلِيْ، فَقَالَ: فَأَيْنَ أَنْتَ عَنْ كَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالصَّدَقَةِ يَرْزُقُ اللّٰهُ بِهَا الْوَلَدَ، قَالَ: فَكَانَ الرَّجُلُ يُكْثِرُ الصَّدَقَةَ وَيُكْثِرُ الْاِسْتِغْفَارَ، قَالَ جَابِرٌ: فَوُلِدَلَهُ تِسْعَةٌ مِنَ الذُّكُوْرِ۔[1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کثرت سے استغفار اور صدقہ کیوں نہیں کرتے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کی نعمت سے نوازے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص کثرت سے استغفار اور صدقہ کرنے لگا اور پھر اس کے نو بیٹے ہوئے۔

اس حدیث کو مؤرخ اسلام امام یوسف بن قزاُغلیؒ المعروف بہ "سبط ابن الجوزیؒ" (م ۶۵۴ھ) اور محدث امام یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلیؒ المعروف بہ "ابن المبرد" (م ۹۰۹ھ) نے بھی اپنی سند متصل کے ساتھ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔[2]

نیز امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے

۱۔ مسند الامام الاعظم (۱/۲۳۶، رقم الحدیث: ۱۱۸)، جامع المسانید (۱/۸۷)

۲۔ اَلْاَرْبَعِيْنُ الْمُخْتَارَةُ مِنْ حَدِيْثِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (ص ۱۵۹)، الانتصار والترجیح (ص ۴۳)

یہ بھی حدیث روایت کی ہے کہ:

لَقِيْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالنَّصِيْحَةِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ۔[1]

ترجمہ: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے خلفاء کی بات) سننے اور ان کی اطاعت کرنے اور ہر مسلمان مرد اور عورت کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔

(۷) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایتِ حدیث

حضرت معقل رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں کہ جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مدینہ منورہ سے بصرہ آ کر سکونت پذیر ہو گئے، اور پھر یہیں بصرہ میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کے سن وفات سے متعلق بھی محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض محدثین کی رائے میں ان کا انتقال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا، اور بعض کے نزدیک یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے عہد حکومت میں فوت ہوئے۔ امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) نے اپنی "التاریخ الاوسط" میں ان کو اُن صحابہ میں ذکر کیا ہے کہ جن کا انتقال ۶۰ اور ۷۰ ہجری کے درمیان ہوا۔[2]

اب اس موقف کے پیش نظر اگر امام صاحب کا سن ولادت ۷۰ ہجری سے قبل (۶۰ ہجری وغیرہ) تصور کیا جائے، جیسا کہ بعض محدثین کی رائے ہے، تو پھر آپ کا حضرت معقلؓ سے سماع حدیث ممکن ہے، اور اگر آپ کا سن ولادت ۸۰ ہجری ہو، جیسا کہ اکثر محدثین کا

۱۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۶) لمکی، الرسائل الثلاث الحدیثیہ (ص ۱۷۰)
۲۔ تہذیب التہذیب (۳۹۶/۵)

قول ہے، تو پھر اس صورت میں آپ کا حضرت معقلؓ سے سماع ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ موقف (حضرت معقلؓ کا سن وفات ۷۰ ہجری سے قبل ہونا) حتمی اور حرفِ آخر نہیں ہے، کیونکہ حضرت معقل رضی اللہ عنہ کا سن وفات ۷۰ ہجری سے قبل ہونے پر کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے۔ اور جن محدثین نے ان کی وفات ۷۰ ہجری سے قبل بیان کی ہے، انہوں نے اس پر کوئی حتمی رائے نہیں دی، بلکہ ان کی یہ بات محض تخمینا ہے۔ جبکہ شیخ عبدالرحمان المعلمی الیمانی غیر مقلد (م ۱۳۸۶ھ) نے لکھا ہے کہ:

کثیرًا ما یشاع موت الرجل خطأ۔[1]

بہت دفعہ کسی شخص کا سن وفات غلط مشہور ہو جاتا ہے۔

لہٰذا یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ حضرت معقلؓ کی وفات ۷۰ھ سے پہلے ہوئی ہے۔ جبکہ دوسری طرف امام صاحبؒ نے اپنی روایت میں حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سماع حدیث کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ) نے امام صاحبؒ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

لَقِيْتُ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ الْمُزَنِيَّ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَامَاتُ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثٌ اِذَا قَالَ صَدَقَ وَاِذَا وَعَدَ وَفٰى وَاِذَا اؤْتُمِنَ اَدّٰى، وَعَلَامَاتُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا قَالَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔[2]

ترجمہ: میں نے حضرت معقل بن یسار المزنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کی تین علامات ہیں: (۱) جب بات کرے تو سچ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو اس کو پورا کرے، (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو (پوری طرح) ادا کرے۔ اور منافق کی بھی تین علامات ہیں:

۱۔ التنکیل (۳۹/۱)
۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۶) لمکی، الرسائل الثلاث الحدیثیہ (ص ۱۷۰)

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

امام عبداللہ بن حسین نیشاپوری کی تصریح کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[1]

یہ حدیث اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سماعِ حدیث کیا ہے، لہٰذا بعض محدثین کے محض ظنی اور تخمینی قول کی وجہ سے یہ کہہ دینا کہ حضرت معقلؓ سے امام صاحب کا سماعِ حدیث ممکن نہیں کیونکہ وہ آپ کی وفات سے پہلے فوت ہو چکے تھے، یہ بالکل خلافِ حقیقت ہے۔ اور پھر امام صاحبؒ کی اپنی تصریح کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی بات کا اعتبار ہی کیا ہو سکتا ہے، کیونکہ صَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْہِ.

(۸) حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سماعت و روایت حدیث

حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ بعض حضرات نے ان کے صحابیہ ہونے سے انکار کیا ہے، لیکن حدیث اور جرح و تعدیل کے عظیم سپوت امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) ان کو صحابیہ قرار دیتے ہیں، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان سے نقل کیا ہے۔[2] لہٰذا امام یحییٰ بن معینؒ جیسے امام الجرح والتعدیل کی اس تصریح کے بعد حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کی صحابیت کا انکار کرنے والوں کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ آخر کتاب میں بحوالہ علمائے غیر مقلدین یہ بحث آ رہی ہے کہ مُثبِت کو نافی پر فوقیت ہوتی ہے۔ خصوصاً جب ان کے صحابیہ ہونے کی تصریح امام یحییٰ بن معینؒ جیسے محدث کر رہے ہوں کہ جن کے بارے میں مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے لکھا ہے:

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ، جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

۱۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۲۹)

۲۔ تجرید اسماء الصحابۃ (۲/۲۸۶)

کُلُّ حدیث لا یعرفہ یحییٰ فلیس بحدیث.

یعنی جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے۔[1]

نیز امام اعظم ابوحنیفہؒ کی روایت میں حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعِ حدیث کی تصریح موجود ہے جو کہ ان کے صحابیہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ امام یحییٰ بن معینؒ نے ہی اپنی تاریخ میں فرمایا ہے کہ:

اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ صَاحِبَ الرَّاْیِ سَمِعَ عَائِشَۃَ بِنْتَ عَجْرَدٍ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَکْثَرُ جُنُوْدِ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ الْجَرَادُ.[2]

بے شک امام ابوحنیفہؒ جو صاحب الرائے (عظیم فقیہ) ہیں، نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین پر اللہ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈیوں کا ہے۔

لہٰذا اس روایت کی رُو سے امام اعظمؒ کا حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعِ حدیث ثابت ہو جاتا ہے۔ البتہ یہاں یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں امام یحییٰ بن معینؒ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درمیان انقطاع ہے، کیونکہ ان کی امام اعظمؒ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ امام یحییٰ بن معینؒ کی امام اعظمؒ سے ملاقات نہیں ہوئی، لیکن ان کی آپ کے متعدد تلامذہ (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسنؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ) سے ملاقات ضرور ہوئی ہے، اور انہوں نے آپ کے جس شاگرد سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ یقیناً ثقہ ہے، کیونکہ امام یحییٰ بن معینؒ صرف ثقہ و قابلِ اعتماد راوی سے ہی حدیث روایت کرتے

۱۔ تحقیق الکلام (۲/۸۲)

۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (۷/۱۹۰) لابن الاثیر، لسان المیزان (۳/۲۷۵) لابن حجر، الانتصار والترجیح (ص ۴۲) لسبط ابن الجوزی

ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) سعدان بن سعد الملیحی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عنه یحیی بن معین. قلت: ویکفیه روایة ابن معین عنه[1]

ان سے امام یحییٰ بن معینؒ نے روایت کی ہے۔ میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے ثقہ ہونے کے لیے امام یحییٰ بن معینؒ کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔

لہٰذا اس روایت میں امام اعظمؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ کے درمیان انقطاع اس روایت کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

نیز اس حدیث کو دیگر کئی محدثین نے امام صاحبؒ سے سندِ متصل بھی روایت کیا ہے۔[2]

(۹) حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے صحابہ میں سے ہیں اور ان کی وفات ۸۵ ہجری میں ہوئی۔[3] ان کا شمار بھی اُن صحابہ میں ہوتا ہے کہ جن سے امام صاحبؒ نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے آپ کے مناقب میں لکھا ہے:

وذکر جماعة ممن صنّف فی المناقب وغیرهم انه سمع ایضا من جماعة من الصحابة غیر انس رضی الله عنه. منهم عمرو بن حریث، واعترض بأن الصحیح انه مات سنة خمس و ثمانین،

۱۔ لسان المیزان (۳/۱۹)

۲۔ مثلاً دیکھیے: مسند الامام الاعظم (۲/۵۰۶-۵۰۸، رقم الحدیث ۵۲۱، ۵۲۳) لابن خسرو، تبییض الصحیفة (ص ۳۲) للسیوطی، التدوین فی اخبار قزوین (۱/۳۳۸)

۳۔ تاریخ الصحابة (ص ۱۶۹) لابن حبانؒ، معرفة الصحابة (۳/۳۹۹-۴۰۱) لابی نعیم، الاصابة (۴۳۶۳) لابن حجرؒ، الاستیعاب (۱۸۹۸) لابن عبد البرؒ، اسد الغابة (۴/۲۰۰، ۲۰۱) لابن الاثیرؒ، الطبقات الکبیر (۶/۲۰۲) لابن سعدؒ

والقول بانه عاش الی سنة ثمانین وتسعین لم یثبت، واجیب بان الصواب الذی علیه جمهور المحدثین واستقر علیه العمل ان الصغیر اذا میّز صحح سماعه، وان کان ابن خمس سنین.[1]

اہل علم کی ایک جماعت جنہوں نے (امام ابو حنیفہؒ کے) مناقب میں کتب لکھی ہیں، انہوں نے بھی اور دیگر اہل علم نے بھی ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی صحابہؓ کی ایک جماعت سے احادیث کا سماع کیا تھا۔ ان صحابہ میں سے ایک حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ لیکن اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس صحابی کا انتقال ۸۵ ہجری میں ہوا، اور جس قول میں ہے کہ وہ ۸۹ ہجری تک زندہ رہے، وہ ثابت نہیں ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ درست بات کہ جو جمہور محدثین کا مذہب ہے، اور جس پر معاملہ مقرر ہو چکا ہے، وہ یہ ہے کہ چھوٹا بچہ اگر (اچھے برے میں) تمیز کر سکتا ہے تو اس کا سماع صحیح ہے، اگرچہ وہ پانچ سال کا ہو (لہٰذا امام ابو حنیفہؒ کا حضرت عمرو بن حریثؓ سے سماع صحیح ہے)۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ نے کون سی اور کتنی احادیث روایت کی ہیں، اس بابت ہمیں کوئی معلومات نہیں مل سکیں۔ واللّٰہُ اَعلَمُ بالصَّواب.

(۱۰) حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث

یہ صغار صحابہؓ میں سے ہیں، جب کہ ان کے والد حضرت ابو حبیبہؓ، جن کا نام "الأدرع" ہے، کا شمار بدری اور کبار صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ عہد نبوی میں مسجد قباء کے قریب رہائش پزیر تھے، چنانچہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ملاقات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء تشریف لائے۔ میں آپ کے دائیں طرف بیٹھ گیا۔ آپ نے پانی نوش فرمایا، اور اپنا بچا ہوا پانی مجھے

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۳۸، ۳۹)

مرحمت فرما دیا، اور پھر آپ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کی ہیں، جیسا کہ امام ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) نے تصریح کی ہے۔[1]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث کا سماع کیا تھا، اور آپ نے ان سے جو حدیث روایت کی ہے، اس کو بھی حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بَيْنَا أَنَا رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالَ قُلْتُ لَهُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ فَسَكَتَ عَنِّيْ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ، وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِيْ الدَّرْدَاءِ. قَالَ فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى إِصْبَعِ أَبِيْ الدَّرْدَاءِ السَّبَّابَةِ يُوْمِيْ إِلٰى أَرْنَبَتِهٖ۔[2]

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو

۱۔ أسد الغابة في معرفة الصحابة (۳/ ۲۱۰،۱۷) لابن الأثير، معجم الصحابة (۲/ ۳۴) لابن القانع، تاریخ الصحابة (ص ۱۵۷) لابن حبانؒ

۲۔ کتاب الآثار (ص ۱۹۷، رقم الحدیث ۸۹۱) بروایت امام ابو یوسفؒ، کتاب الآثار (ص ۱۰۰، رقم الحدیث: ۳۴۳) بروایت امام محمد بن حسنؒ

الدرداء! جو شخص بھی یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر چہ اس نے زنا کیا ہو، یا چوری کی ہو؟ یہ سن کر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر آپ تھوڑا آگے چلے اور پھر آپ نے فرمایا: جس شخص نے بھی یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے لیے جنت واجب ہو گی۔ میں نے عرض کیا: اگر چہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: اگر چہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو، اگر چہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گویا میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی انگشتِ شہادت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ (یہ حدیث سناتے ہوئے) اپنے ناک کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اس حدیث کو امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ)، امام ابو نعیم اصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) اور امام ابن خسرو بلخیؒ (م ۵۲۲ھ) وغیرہ محدثین نے بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے واسطے سے سندِ متصل نقل کیا ہے۔[1]

نامور صاحب التصانیف محدث امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس حدیث کو ایک ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جس کے امام اعظم تک سارے راوی حنفی ہیں، چنانچہ موصوف اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حديث مسلسل بالحنفية.[2]

اس حدیث کی سند مسلسل حنفی راویوں پر مشتمل ہے۔

نیز امام عبدالباقی بعلی دمشقی حنبلیؒ (م ۱۰۷۱ھ)، امام محمد علی بن حسین مکی مالکیؒ

۱۔ مسند الامام ابی حنیفة (ص ۱۳۲، ۱۳۳) للحارثی، مسند الامام ابی حنیفة (ص ۱۷۳) لابی نعیمؒ، مسند الامام الاعظمؒ (۲/ ۵۷۱-۵۷۳، رقم الحدیث: ۶۷۷-۶۸۰) لابن خسروؒ، الاربعون حدیثا من اربعین کتابا عن اربعین شیخا (ص ۲۰، ۲۱) للفارقی

۲۔ بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة (۲/ ۳۳۳، ۳۳۲)

(م ۱۳۶۷ھ) اور شیخ ابوالفیض محمد یاسین فادانی مکی شافعی (م ۱۴۱۰ھ) نے بھی اس حدیث کو اپنی اپنی سند متصل، جو امام اعظم ابوحنیفہ تک مسلسل حنفی رُوات پر مشتمل ہے، سے روایت کیا ہے۔[1]

فقیہ شہیر امام ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) نے امام احمد بن علی المنینی الدمشقی (م ۱۱۷۲ھ) جو کہ اَلشَّیخ، اَلعَالِم، اَلعَلَّامَۃ، اَلفَهَّامَۃ، اَلمُفِید الکَبِیر، اَلمُحَدِّث، اَلاِمَام، اَلحَبر، اَلبَحر، اَلفَاضِل اور اَلمُتقِن تھے[2] سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنی ثبت (اَلقَولُ السَّدِید فِی اِتِّصَالِ الاَسَانِید) میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

هذا الحديث يشهد لمن اثبت رواية ابي حنيفة عن الصحابة، فان عبدالله بن ابي حبيبة عده الحافظ ابن حجر في الصحابة، قال في الاصابة: واسمه الادرع بن الازعر الانصاري الاوسي، قال ابن ابي داؤد: شهد الحديبية، وذكره البخاري وابن حبان وغيرهما في الصحابة، وقال البغوي: وكان يسكن قباء.[3]

یہ حدیث اُن لوگوں کی دلیل ہے جو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں، کیونکہ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ''الاصابہ'' (رقم الترجمہ: ۵۰۵۷) میں کہا ہے کہ ان (کے والد) کا نام اَلاَدرَع بن اَلاَزعَر انصاری اوسی رضی اللہ عنہ ہے۔ ابن ابی داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیبیہ میں شریک تھے۔ امام بخاری اور امام ابن حبانؒ نے بھی ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قباء میں مقیم تھے۔

۱۔ ریاض اہل الجنۃ بآثار اہل السنۃ (ص ۲۲، ۲۳) للعلوی، المسلک الجلی فی اسانید محمد علی المالکی (ص ۱۳۴، ۱۳۵)، العجالۃ فی الاحادیث المسلسلۃ (ص ۳۴-۳۶) للفادانی

۲۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر (۱/۱۳۳)

۳۔ ثبت ابن عابدین المسمّٰی "عقود اللآلی فی الاسانید العوالی" (ص ۴۵۵)

امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے مروی احادیث پر محدثین کی تالیفات

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہِ راست جو احادیث سن کر ان کو روایت کیا ہے، ان کی تعداد بتصریح امام حافظ الدین محمد الکردری (م ۸۲۷ھ) پچاس ہیں۔[1] ان میں سے بعض احادیث آپ گزشتہ صفحات پر ملاحظہ بھی کر چکے ہیں۔ محدثین نے آپ کی صحابہؓ سے روایت کردہ ان احادیث سے خصوصی اعتناء کیا ہے، اور کئی نامور و جلیل المرتبت محدثین نے تو امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے مروی ان احادیث کے مجموعے بھی تالیف کیے ہیں، ان مجموعوں میں سے ہر ایک مجموعے کو جزء کہتے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند مجموعوں کا تعارف ملاحظہ کریں۔

(۱) جزء امام ابوحامد محمد بن ہارون حضرمیؒ (م ۳۲۱ھ)

امام موصوف ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز: ''المحدث، الثقۃ، المعمر، الامام، بقیۃ المسندین'' جیسے عظیم القاب سے کیا ہے۔[2]

موصوف، امام دارقطنیؒ اور امام ابن شاہینؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث کے استاذ ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے ان کی توثیق بھی کی ہے،[3] اور اپنی ''سنن'' میں ان سے متعدد احادیث بھی روایت کی ہیں۔[4] امام حضرمیؒ کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے امام

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۲۵) للکردری

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۵/۲۵)

۳۔ ایضاً، سؤالات السلمی للدارقطنی (ص ۸۸)، سؤالات البرقانی للدارقطنی (ص ۲۳۵)

۴۔ مثلاً دیکھئے سنن الدارقطنی (ح ۵۸، ۹۵، ۱۰۷، ۱۵۲)

اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے خصوصی اعتناء کرتے ہوئے اس کو جزء کی صورت میں لکھا ہے۔ ان کا تالیف کردہ یہ جزء متعدد جلیل المرتبت محدثین کی مرویات میں سے ہے، جن میں سے ایک حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) بھی ہیں۔ امام موصوف نے اپنی "ثبت" میں اس جزء کو ذکر کر کے امام حضرمی تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[1]

اسی طرح یہ جزء محدث الشام حافظ ابن طولون (م ۹۵۳ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے بھی اپنی ثبت میں اس جزء کو ذکر کر کے امام حضرمی تک اس جزء کی اسناد ذکر کی ہے۔[2]

دکتور عبداللہ بن عبدالعزیز الشمر اوی کی تصریح کے مطابق اس جزء کا مخطوطہ (قلمی نسخہ) دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں ضمن المجموع (۶/۹۵) موجود ہے۔[3]

(۲) جزء امام ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ نہقی

امام موصوف کا آبائی تعلق ایران کے مشہور مردم خیز علمی علاقے "نہیق" سے ہے، انہوں نے کچھ عرصہ بغداد میں بھی حدیث کا درس دیا تھا، جب یہ عازم حج تھے، اور بغداد میں کچھ عرصہ کے لیے ٹھہرے تھے۔[4]

ان کے سن وفات سے متعلق ہمیں کوئی تصریح نہیں ملی، البتہ تخمیناً معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات پانچویں صدی کے اوائل میں ہوئی، کیونکہ ان کے شاگرد امام ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد السمنانی (جنہوں نے امام نہقی سے ان کے اس جزء کو بھی روایت کیا ہے) کا سن ولادت ۳۸۴ ہجری، جب کہ سن وفات ۴۶۶ ہجری ہے۔[5] اس لحاظ سے امام ابوالحسین نہقی کی وفات پانچویں صدی کے اوائل میں ہوئی۔

۱۔ المعجم المفہرس (ص ۳۰۱)
۲۔ الفہرست الاوسط (۳/۷۳، ۷۴)
۳۔ حاشیہ الفہرست الاوسط (۳/۷۳)
۴۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۸/۸۷) لابن النجارؒ
۵۔ سیر اعلام النبلاء (۱۷/۶۵۲)

امام نہقی کے تالیف کردہ جزء کا نام "حَدِيْثُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَمَّنْ لَقِيَ مِنَ الصَّحَابَةِ" ہے۔ یہ مجموعہ نامور مؤرخ و محدث امام محب الدین ابو عبداللہ محمد بن محمود بغدادی المعروف بہ "ابن النجارؒ" (م ۶۴۳ھ) کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے امام نہقی کے ترجمہ میں ان کے اس مجموعہ سے ایک حدیث بھی اپنی سند متصل کے ساتھ نقل کی ہے۔[1]

اسی طرح یہ جزء حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے اپنی "ثبت" میں اس جزء کو ذکر کر کے امام ابوالحسین نہقی تک اپنی اسناد بھی ذکر کی ہے۔ نیز اس جزء سے انہوں نے بھی اس کی پہلی حدیث مسند نقل کی ہے، جس کو امام اعظمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ[2]

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

نیز یہ جزء حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے بھی اپنی ثبت میں اس جزء کی امام نہقی تک اپنی سند ذکر کر دی ہے۔[3]

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام نہقی کے اس جزء کی تخریج کی ہے۔[4]

امام خوارزمی کی تصریح کے مطابق امام ابوبکر محمد بن عبدالباقیؒ (م ۵۳۵ھ) نے بھی اپنی تالیف کردہ "مسند الامام ابی حنیفہ" میں اس جزء کی تخریج کی ہے، جس کو امام خوارزمیؒ نے ان کے حوالے سے مکمل نقل کر دیا ہے۔[5]

(۳) جزء امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبریؒ (م ۴۷۸ھ)

امام طبری مکہ مکرمہ کے مشہور قاری، عظیم شافعی المسلک فقیہ، جلیل المرتبت محدث اور نامور صاحب التصانیف عالم ہیں۔

۱۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۸/۸۷) لابن النجارؒ
۲۔ المعجم المفہرس (ص ۴۰۷)
۳۔ الفہرست الاوسط (۳/۲۲۷، ۲۲۸)
۴۔ جامع المسانید (۱/۲۳-۲۵)
۵۔ ایضاً (۱/۷۹-۸۷)

امام شمس الدین محمد بن محمد الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) نے ان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے:

شیخ اهل مكة، امام عارف، مُحقق، استاذ كامل، ثقه صالح[1]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) وغیرہ محدثین نے بھی ان کی تصانیف اور ان کے علمی کارناموں کو خوب سراہا ہے۔[2]

امام طبریؒ کا شمار بھی ان محدثین میں ہوتا ہے جنہوں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت کردہ احادیث کو ایک "جزء" کی صورت میں جمع کیا ہے۔ علامہ محمد بن جعفر الکتانی المالکیؒ (م ۱۳۴۵ھ) ان کے اس جزء کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وجزء الاستاذ ابی معشر عبدالكريم بن عبدالصمد بن محمد بن علی القطان الطبری المقری الشافعی، صاحب التصانيف، المجاور بمكة، المتوفى بها سنة ثمان وسبعين واربعمائة، ذكر فيه ما رواه ابو حنيفة عن الصحابة.[3]

استاذ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد بن محمد بن علی القطان الطبری المقری الشافعی، صاحب التصانیف، مجاور مکہ مکرمہ، المتوفی ۴۷۸ ہجری بمقام مکہ مکرمہ نے اپنے جزء میں وہ احادیث ذکر کی ہیں کہ جن کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

امام مقریؒ کا تالیف کردہ یہ جزء، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اور حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) کی مرویات میں سے ہے۔[4]

۱۔ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء (۱/۴۰۱)
۲۔ سیر اعلام النبلاء (۱۸/۳۸۷)، الوافی بالوفیات (۱۳/۴۰)، لسان المیزان (۴/۵۹)
۳۔ الرسالۃ المستطرفۃ (ص ۷۶)
۴۔ المعجم المفہرس (ص ۴۷۴) لابن حجر، الفہرست الاوسط (۳/۴۳۱) لابن طولونؒ

نیز یہ جزء ملک معظم، سلطان عادل سیف الدین عیسیٰ بن ابوبکر (م ۶۲۴ھ)، جو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بھتیجے ہیں) کی مرویات میں سے بھی ہے۔ چنانچہ موصوف اس کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

وقد جمع روايته فی جزء ابو معشر عبدالكريم بن عبدالصمد الطبری المقری، وهذا الجزء سمعناه وروينا الاحاديث التی فيه عن سبعة.[1]

امام ابو حنیفہؒ کی صحابہؓ سے مروی احادیث کو امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقریؒ نے ایک جزء میں جمع کیا ہے۔ اس جزء کی ہم نے سماعت کی ہے، اور اس میں (امام ابو حنیفہؒ کی) سات صحابہؓ سے (روایت کردہ) جو احادیث ہیں، ان کو ہم نے روایت بھی کیا ہے۔

اور پھر موصوف نے امام طبریؒ تک اپنی اسناد ذکر کی ہے۔[2]

یہ جزء محدث جلیل، شارح بخاری حافظ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) کی بھی مرویات میں سے ہے، اور وہ اس کو اپنے استاذ اور مشہور محدث حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے "مقدمہ شرح شرح معانی الآثار" میں اس جزء کو امام طبریؒ تک سند متصل روایت کیا ہے، اور اس کے متن کو بھی مکمل نقل کر دیا ہے۔[3]

عالی السند محدث امام شہاب الدین احمد بن اسحاق الابرقوہیؒ (م ۷۰۱ھ) صرف دو واسطوں سے امام طبریؒ سے یہ جزء روایت کرتے ہیں، اور انہوں نے اپنی معجم میں اس جزء سے ایک حدیث بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔[4]

۱۔ السہم المصیب فی کبد الخطیب (ص ۷۶)
۲۔ ایضاً
۳۔ مقدمہ مغانی الاخیار فی شرح رجال شرح معانی الآثار (قلمی، ورق ۳۲۹، ۳۳۰)
۴۔ معجم شیوخ الابرقوہی (ص ۵۲، ۵۳)

امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی اس جزء کو نقل کیا ہے۔[1]

مشہور صاحب التصانیف محدث امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں اس جزء کو مکمل نقل کرتے ہوئے اس پر جا بجا اپنا علمی تبصرہ بھی کیا ہے۔[2]

(۴) جزء امام ابوبکر عبدالرحمان بن محمد السرخسیؒ (م ۴۳۹ھ)

یہ ایک جلیل القدر حنفی فقیہ ہیں، اور انہوں نے فقہ حنفی کی تعلیم امام ابوالحسین قدوریؒ (م ۴۲۸ھ) سے حاصل کی، اور ان کا شمار امام ابوعبداللہ دامغانیؒ (م ۴۷۸ھ) جیسے فقہاء کے طبقہ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے مروی روایات کا جو "جزء" لکھا ہے، اس کو ان سے ان کے صاحبزادے امام عبدالملک بن عبدالرحمان السرخسیؒ (م ۴۷۴ھ) نے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی اپنے والد کی طرح ایک بلند پایہ محدث اور فقیہ ہیں۔ امام ابن النجارؒ (م ۶۴۳ھ) نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور ان کے ترجمہ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ جب یہ بغداد میں نامور صاحب التصانیف محدث امام امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) کی عدالت میں گواہی دینے کے لیے پیش ہوئے تو انہوں نے ان کی گواہی کو قبول کیا۔

نیز امام ابن النجارؒ نے ان کے واسطے سے ان کے والد کے مذکورہ جزء سے ایک حدیث بھی بسند متصل نقل کی ہے۔[3]

امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) جو کہ امام عبدالرحمان سرخسیؒ کے دو (احمد بن الحسن بن خیرونؒ اور عبدالملک بن عبدالرحمان بن محمد السرخسیؒ) واسطوں سے شاگرد ہیں، نے اپنی سند کے ساتھ اس جزء کو روایت کیا ہے اور اس جزء کی انہوں نے مکمل تخریج بھی کی ہے۔[5]

۱۔ عقود الجمان (ص ۵۴-۹۱)

۲۔ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ (ص ۲۹-۳۲)

۳۔ الجواہر المضیۃ (۱/۳۰۷)، تاج التراجم (ص ۳۴)

۴۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۶/۳۸، ۳۹) لابن النجار

۵۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۳، ۲/۲۳۹، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۴، ۵۰۴، ۸۴)

صدر الائمہ موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) بھی اس مجموعے کی تخریج کرنے والوں میں سے ہیں۔[1]

اسی طرح مؤرخ اسلام علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) نے بھی اس جزء کی تخریج کی ہے، اور انہوں نے اس جزء کی ہر ہر حدیث کو اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2]

علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) کی تصریح کے مطابق علامہ نوح بن مصطفیٰ قونویؒ (م ۱۰۷۰ھ) نے "اَلدُّرُّ الْمُنْتَظَمُ فِیْ مَنَاقِبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ" میں ان مذکورہ چاروں اجزاء کے متون کی تخریج کی ہے۔[3]

(۵) جزء امام ابوسعد اسماعیل بن علی بن حسین السمانؒ (م ۴۴۵ھ)

امام سمانؒ ایک بلند پایہ اور عدیم النظیر محدث ہیں۔ ان کے اساتذہ کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے، اسی طرح ان کے تلامذہ بھی بکثرت ہیں، جن میں ابوبکر خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور عبدالعزیز بن محمد النخشبیؒ (م ۴۵۷ھ) وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا ترجمہ: الامام الحافظ، العلامۃ البارع اور المتقن وغیرہ القاب سے شروع کیا ہے۔[4]

نیز ذہبیؒ ان کو محدثین کے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے ان کا تعارف یوں کراتے ہیں:

الحافظ ابوسعد اسماعیل بن علی بن السمان الرازی، سمع من ثلاثۃ آلاف شیخ۔[5]

حافظ ابوسعد اسماعیل بن علی بن السمان رازی، جنہوں نے تین ہزار شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔

مؤرخ اسلام امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے بھی ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے،

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۳، ۳۴)

۲۔ الانتصار والترجیح (ص ۲۱-۲۳)

۳۔ حاشیہ الانتصار والترجیح (ص ۱۹)

۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۸/۵۵، ۵۶)

۵۔ المعین فی طبقات المحدثین (ص ۱۳۹، ت ۱۴۴۵)

اوران کے ترجمہ میں انہوں نے ان کے اساتذہ کی تعداد تقریباً چار ہزار بیان کی ہے۔[1] امام موصوف کو کثیر التصانیف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ان کی تصانیف میں سے ایک امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے مروی احادیث پر مشتمل جزء بھی ہے۔ ان کا تالیف کردہ یہ جزء امام حسین بن محمد بن خسروؒ (م ۵۲۲ھ) کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے اس جزء کو سند متصل نقل کر دیا ہے۔[2]

(۶) جزء امام ابوالقاسم عبدالملک بن احمد قزوینیؒ (م ۵۳۳ھ)

امام موصوف بتصریح امام عبدالکریم قزوینیؒ (م ۶۲۳ھ): ایک فقیہ، محدث، شاعر، ادیب، فاضل اور باکمال شخص تھے۔[3] انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ تین احادیث جو آپ نے تین صحابہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں، پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے۔ امام عبدالکریم قزوینیؒ، جو ایک واسطے سے ان کے شاگرد ہیں، انہوں نے اپنے متعدد اساتذہ کے واسطے ان کے اس جزء کو روایت کیا ہے، نیز انہوں نے ان کے اس جزء کو اپنی تاریخ میں نقل بھی کر دیا ہے۔[4]

(۷) جزء امام ابوالمکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ (م ۵۵۲ھ)

امام موصوف چھٹی صدی کے محدث اور الشیخ، الامام اور ناصرُ السُّنّۃ ہیں، انہوں نے امام اعظمؒ کی روایت کردہ سات احادیث جو آپ نے سات صحابہ کرام (عبداللہ بن حارث بن جزء، عبداللہ بن انیس، عبداللہ بن ابی اوفی، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، معقل بن یسار اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم) سے براہ راست روایت کی ہیں، پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے، جس کا نام "الأَحَادِيْثُ السَّبْعَةُ عَنْ سَبْعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ

۱۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۲/۱۷۰۶-۱۷۱۹)
۲۔ مسند الامام الاعظم (۱/۱۷۴، ۱۷۵، ۲/۳۹۸، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷)
۳۔ التدوین فی اخبار قزوین (۳/۲۶۰-۲۶۸)
۴۔ ایضاً (۱/۳۳۷، ۳۳۸، ۳/۳۶۱)

رَوٰی عَنْهُمُ الْإِمَامُ أَبُوْحَنِيْفَةَ" ہے۔ اس جزء میں مذکور تمام احادیث مؤلف نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام ابومحمد العلاء بن ہلال بن عمر الباہلی الرقی (م ۲۱۵ھ) سے، اور انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہیں۔

امام العلاءؒ جو کہ ثقہ محدث امام ہلال بن العلاءؒ (م ۲۸۰ھ) کے والد ہیں، پر اگرچہ متعدد محدثین نے جرح کی ہے، لیکن کئی محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔ چنانچہ امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) اور امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے ان کو ثقات (ثقہ راویوں) میں ذکر کیا ہے۔[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان کی روایت کو "صحیح الاسناد" قرار دیا ہے، اور امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اس پر امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے۔[2]

یہ جزء امام نیشاپوریؒ نے رجب ۵۳۸ ہجری میں اپنے شاگرد امام مبارک بن محمد بن یحیٰ زبیدیؒ (م ۵۸۰ھ)[3] کو املا کرایا تھا، اور پھر ان سے ان کے صاحبزادے اور ثقہ عالم امام سراج الدین حسن بن مبارک زبیدیؒ (م ۶۲۹ھ)[4] نے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز اس جزء کو امام نیشاپوریؒ سے جلیل القدر محدث ومؤرخ قاضی ابومنصور محمد بن حسین بن محمد بغدادی ہمذانیؒ (م ۵۷۱ھ)[5] نے بھی روایت کیا ہے۔ قاضی موصوف، امام موفق بن احمد مکی (م ۵۶۸ھ) جو کہ مُتَمَكِّنٌ فِي الْعَرَبِيَّةِ، غزیر العلم، فقیہ، فاضل، مؤرخ، ادیب اور شاعر

۱۔ کتاب الثقات (۷/۲۲۶)، تاریخ اسماء الثقات (ص ۲۳۶، ت ۱۰۷۷)
۲۔ المستدرک علی الصحیحین (۴/۶۲۷، ح ۸۷۸۸) مع الحاشیۃ
۳۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے ذیل تاریخ بغداد (۱۵/۳۳۰، ۳۳۱) للدبیثی
۴۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے ذیل تاریخ بغداد (۱۵/۲۲)، معجم شیوخ الابرقوہی (ص ۱۰۱-۱۰۲)
۵۔ ان کے حالات کے لیے دیکھئے: ذیل تاریخ بغداد (۱۵/۲۳) للامام محمد بن سعید الدبیثی (م ۶۳۷ھ)، الجواہر المضیۃ (۲/۵۰)

تھے۔ کے استاذ ہیں۔ اور امام مکیؒ نے قاضی موصوف سے اس جزء کو روایت کیا ہے، اور "مناقب ابی حنیفہ" میں اس پورے جزء کو بسند متصل نقل بھی کر دیا ہے۔[2]

اس جزء میں ذکر کردہ احادیث کے بارے میں خود مؤلف نے فرمایا ہے کہ:

فهذه الاحاديث السبعة المسموعة لفقيه الامة وامام الائمة ابى حنيفة النعمان بن ثابت رضى الله عنه من سبعة من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم بالاسناد الصحيح.[3]

یہ سات احادیث ہیں جو فقیہ الامۃ، امام الائمۃ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنی ہیں، اور ان کی اسناد صحیح ہے۔

یہ جزء بروایت امام مبارک بن محمد بن یحییٰ زبیدیؒ (م ۵۹۰ھ) مولانا لطیف الرحمان بہرائچی قاسمی دامت برکاتہم کی تحقیق کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔ اور مولانا موصوف نے امام اعظمؒ کے جو تین نادر حدیثی مجموعے "الرَّسَائِلُ الثَّلاثُ الحَدِيثِيَّة" کے نام سے یکجا طبع کرائے ہیں، ان میں سے ایک مذکورہ جزء بھی ہے۔ جَزَاهُ اللهُ عَنَّا أَحْسَنَ الجَزَاء.

(۸) جزء امام محی الدین عبدالقادر بن محمد القرشیؒ (م ۷۷۵ھ)

امام قرشیؒ ایک جلیل القدر محدث اور نہایت ثقہ حافظ الحدیث ہیں۔ علوم حدیث میں ان کے بلند مرتبت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نامور محدثین کے شیخ ہیں، جیسے محدث کبیر ان کے تلامذۂ حدیث میں سے ہیں۔

۱۔ ذیل تاریخ بغداد (۱۵/۳۳۹) للدقاق، تاریخ الاسلام (۱۲/۳۰۰) للذہبی، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ (۲/۲۵۷) للسیوطی، الجواہر المضیئۃ (۲/۱۸۸) للقرشی، تاج التراجم (ص ۸۷) لابن قطلوبغا

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۵،۳۶) للمکی

۳۔ الرسائل الثلاث الحدیثیۃ (ص ۱۶۰)

حافظ ابوالفضل مکیؒ (م ۸۸۱ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القاب سے کیا ہے:

الامام، العلامة، الحافظ.[1]

حافظ محمد بن احمد الفاسیؒ (م ۸۳۲ھ) نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے:

وكان ذا عناية بالفقه، والحديث، وغير ذلك، ولديه فضل.[2]

یعنی امام قرشیؒ فقہ، حدیث اور دیگر علوم میں باکمال اور صاحب فضیلت شخص تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) جو ایک واسطے سے امام قرشیؒ کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام قرشیؒ اور ان کے بھائی ابوالبرکاتؒ کے تعارف میں لکھا ہے:

وهما محدثان مشهوران، سمع منهما شيوخنا بدمشق.[3]

وہ دونوں مشہور محدث ہیں، اور ان دونوں سے دمشق میں ہمارے مشائخ نے حدیث کا سماع کیا تھا۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) بھی ایک واسطے سے امام قرشیؒ کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام موصوف کا ترجمہ ان القاب سے شروع کیا ہے:

المدرس، المحدث، المحيوى.

نیز سخاویؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

روى لنا عنه بعض من لقياه.[4]

امام قرشیؒ سے ملاقات کرنے والے بعض محدثین نے ان کے واسطے سے ہم سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام موصوف نے بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہؓ سے مروی احادیث پر مشتمل

۱۔ ذیل تذکرة الحفاظ (۵/۱۰۵) ۲۔ ذیل التقیید فی رواۃ السنن والمسانید (۲/۱۳۰)

۳۔ تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ (۳/۱۱۰۹)، نیز دیکھئے: الدرر الکامنۃ (۲/۳۴۲)، المجمع المؤسس للمعجم المفہرس (ص ۳۳۰)

۴۔ وجیز الکلام فی الذیل علی دول الاسلام (۱/۲۰۰،۲۰۱)

ایک جزء لکھا ہے، جیسا کہ خود موصوف امام اعظمؒ کے مناقب میں اس جزء کا تعارف کراتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وذكرت في هذا الجزء من سمعه من الصحابة ومن رآه.[1]

میں نے اس جزء میں اُن صحابہؓ کا ذکر کیا ہے جن سے امام اعظمؒ نے احادیث کا سماع کیا ہے، اور جن صحابہؓ کو آپ نے دیکھا ہے۔

(۹) جزء امام جمال الدین محمود بن احمد القونویؒ المعروف بہ "ابن السراج" (م۷۷۱ھ)

امام ابن السراجؒ، جو کہ حنفی المسلک فقیہ، ثقہ محدث، بلند مرتبت صاحب التصانیف اور اپنے زمانے کے قاضی القضاۃ تھے۔ امام عبدالقادر قرشیؒ (م۷۷۵ھ) نے طبقات حنفیہ میں ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور ان کا اور ان کی تصانیف کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔[2] امام ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) اور ان کے شاگرد رشید امام شمس الدین سخاویؒ (م۹۰۲ھ) نے بھی ان کے ترجمہ میں ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔[3]

امام موصوف کثیر التصانیف محدث ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے ایک "جزء" بھی ہے، جو اُن احادیث پر مشتمل ہے جن کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ یہ جزء نامور محدث امام برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل الحلبی المعروف بہ "سبط ابن العجمیؒ" (م۸۴۱ھ) کی مرویات میں سے ہے۔ جیسا کہ خود انہوں نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں ان کے اس جزء کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

وقد روينا عن قاضي القضاة جمال الدين محمود بن احمد بن السراج، أن ابا حنيفة روى عن سبعة من الصحابة،

۱۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ (۱/۲۸)

۲۔ الجواہر المضیۃ (۲/۱۵۶، ۱۵۷)، نیز دیکھئے الفوائد البہیۃ (ص۲۰۷) للکنوی

۳۔ الدُّرَرُ الكامنة فِيْ أعْيَانِ المِائَةِ الثامنة (۴/۱۹۷)، وجيز الكلام في الذيل على دُوَلِ الإسلام (۱/۲۷۳)

ونظمهم في بيتين، والله اعلم.

واخرج له جزءًا يُرْوى، سمّاه ما رواه ابو حنيفة عن الصحابة.[1]

ہم نے قاضی القضاۃ جمال الدین محمود بن احمد ابن السراجؒ سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں، اور امام موصوف نے ان سات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں کو دو بیتوں میں منظوم کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

نیز انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ان سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کردہ احادیث کے متعلق ایک جزء بھی لکھا ہے، جس کو (محدثین میں) روایت کیا جاتا ہے۔ اس جزء کا نام انہوں نے "**مَا رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الصَّحَابَةِ**" رکھا ہے۔

قارئین! آپ نے تفصیل سے ملاحظہ کر لیا کہ محدثین نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کردہ احادیث سے کس قدر اعتناء کیا ہے، اور اُن کو کتنے اہتمام کے ساتھ کتابی صورت میں جمع کیا ہے، اور پھر بعد میں آنے والے محدثین میں بھی کتنا زیادہ ان مجموعوں کی روایت و تخریج کا رواج رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ امام اعظمؒ کا صحابہؓ سے سماعِ حدیث ثابت ہے، اور آپ نے ان صحابہؓ سے جو احادیث روایت کی ہیں، اُن کی صحت بھی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔

۱۔ نهاية السُّؤْلِ في رِجَالِ السِّتَّةِ الأُصُوْلِ بحواله مكانة الامام ابي حنيفة في الحديث (ص۱۰۲)

◆

امام اعظمؒ کی سنِ تمییز (شعور) میں صحابہؓ سے ملاقات وسماعت

◆

امام اعظمؒ کا صحابہؓ سے شرفِ صحبت

آپ شروع کتاب میں تابعی کی تعریف ملاحظہ کر چکے ہیں کہ جمہور محدثین کے نزدیک تابعی ہونے کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ اس نے حالت ایمان میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، لیکن بعض محدثین نے تابعی کے لیے مذکورہ بالا شرط کے علاوہ ان درج ذیل تین شرائط میں سے کسی ایک کا پایا جانا بھی ضروری قرار دیا ہے:

۱۔ اس نے کسی صحابی سے حدیث بھی سنی ہو۔
۲۔ اس نے صحابی سے ملاقات اس عمر میں کی ہو کہ جب آدمی اچھے اور بُرے میں فرق کر سکتا ہو۔
۳۔ اس نے کسی صحابی کی صحبت بھی اختیار کی ہو۔

الحمدللہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ان چاروں شرائط کے لحاظ سے تابعی ہیں۔ پہلی دو شرائط (صحابی سے ملاقات اور سماعت حدیث) کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا تابعی ہونا تو تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم آخری دو شرائط (صحابی سے ملاقات سن تمیز میں ہونے اور کسی صحابیؓ کی صحبت اختیار کرنے) کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا تابعی ہونا بیان کرتے ہیں۔

امام اعظمؒ کی سنِ تمیز (شعور) میں صحابہؓ سے ملاقات وسماعت

واضح رہے کہ امام صاحبؒ نے ایک نہیں بلکہ کئی صحابہؓ سے سن تمیز میں ملاقات بھی کی اور ان سے اس عمر میں احادیث کی سماعت بھی کی۔

مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آپ نے سن تمیز میں دیکھا تھا، چنانچہ نامور محدث امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد توفي انس بن مالک سنة ثلاث وتسعين من الهجرة، والظاهر ان اباحنيفة ما رآه وهو في المهد بل رآه بعد التمييز[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۳ ہجری میں فوت ہوئے، اور ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اُن کو بالکل بچپن میں نہیں دیکھا، بلکہ اُن کو تمیز (سمجھداری) کی عمر میں دیکھا ہے۔

امام ابونعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) صاحب "حلیۃ الاولیاء" نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات اور روایت حدیث کو ثابت قرار دینے کے بعد تصریح کی ہے کہ:

توفي انس بن مالک في سنة ثلاث وتسعين وولد ابوحنيفة سنة ثمانين، وكان بين مولده ووفاة انس ثلاث عشرة سنة.[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۳ ہجری میں فوت ہوئے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اس طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیدائش اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے درمیان تیرہ سال کا عرصہ بنتا ہے۔

امام ابونعیمؒ کے اس قول کا مطلب بھی یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور سماعت حدیث بچپن میں نہیں بلکہ سن تمیز (جب آپ کی عمر شریف تقریباً تیرہ سال تھی) میں ہوئی ہے۔

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سن وفات سے متعلق محدثین باہم مختلف ہیں۔ چنانچہ امام ابونعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

واختلفوا في وفاة انس بن مالک، فقيل انه مات سنة تسعين،

۱۔ الروض الباسم (۳۱۲/۱)
۲۔ مسند الامام ابی حنیفہ (ص ۲۲) لابی نعیمؒ، "الانتصار والترجیح" (ص ۱۹) لسبط ابن الجوزیؒ

وقیل: سنة ثلاث وتسعین، وقیل: سنة اربع وتسعین.[1]

محدثین کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سنِ وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ چنانچہ محدثین کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ان کی وفات ۹۰ ہجری میں ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی وفات ۹۳ ہجری میں ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا سنِ وفات ۹۳ ہجری ہے۔

ان تین اقوال کے علاوہ محدثین کا ایک چوتھا قول بھی ہے، چنانچہ بعض محدثین کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات ۹۵ ہجری ہے۔ ان محدثین میں سے امام بخاریؒ کے استاذِ کبیر امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) اور امام ابن الجوزیؒ اور امام ابن عساکرؒ وغیرہ محدثین کے استاذ امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) بھی ہیں۔ چنانچہ عنوان ”امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے سماعت و روایتِ حدیث“ کے ذیل میں ہم ان دونوں محدثین کے بیانات نقل کر آئے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا انتقال ۹۵ ہجری میں ہوا، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سال بھی اُن کو دیکھا تھا[2] اور اُن سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

1۔ مسند الامام ابی حنیفۃؒ (ص ۴۳) لابی نعیم، الانتصار والترجیح (ص ۱۹) لسبط ابن الجوزیؒ

2۔ امام اعظمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو متعدد بار دیکھا ہے، جیسا کہ آپ خود امام صاحبؒ کا اپنا بیان اور دیگر محدثین کی تصریحات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اور امام صاحبؒ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے درمیان ملاقات کا یہ سلسلہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات تک رہا ہے۔ اور چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سنِ وفات کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے، اس لیے یہاں محدثین کے بیانات میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا، چنانچہ بعض محدثین نے جو امام صاحبؒ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے درمیان ملاقات کا سنِ وفات ۹۳ ہجری اور بعض محدثین نے ۹۵ ہجری بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی ملاقات کا دورانیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سنِ وفات ۹۳ ہجری یا ۹۵ ہجری تک رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس لحاظ سے آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور سماعت کے وقت عمر پندرہ سال بنتی ہے، حالانکہ علمائے اصولِ حدیث کے نزدیک پانچ سال یا اس سے بھی کم عمر کے بچے کا سماعِ حدیث معتبر ہے، بشرطیکہ وہ سمجھدار ہو اور اچھے برے میں فرق کر سکتا ہو۔[1]

اور پندرہ سال تو بالکل شعور کی عمر ہے، اور اس عمر میں آدمی تمام اشیاء کا پوری طرح ادراک کر سکتا ہے، خاص کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے ذہین و فطین شخص[2] کہ جنھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اپنی ملاقات کے تمام احوال کو یاد رکھا، یہاں تک کہ یہ بھی کہ وہ کوفہ آ کر مقام نخع میں اُترے تھے اور انہوں نے سرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا۔

اسی طرح آپ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے چودہ سال کی عمر میں اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے سولہ سال کی عمر میں ملاقات و سماعت کی، اور ان دونوں سے ملاقات و سماعت کے وقت کو بھی یاد رکھا۔ اب اس سے بڑھ کر تمیز کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت تو آپ تیس سال کے نوجوان تھے اور آپ نے ان سے ملاقات اور سماعتِ حدیث کے پورے احوال کو یاد رکھا، اور ان کو حرف بحرف بیان بھی کیا۔

نیز آپ کی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات اور سماعت

1۔ مثلاً دیکھئے الکفایۃ (ص ۵۳) للخطیبؒ، الاقتراح فی بیان الاصطلاح (ص ۲۳۲) لابن دقیق العیدؒ، ارشاد طلاب الحقائق الی معرفة سنن خیر الخلائق (ص ۱۰۲، ۱۰۳) للنوویؒ، الباعث الحثیث (ص ۱۰۸) لابن کثیرؒ، محاسن الاصطلاح (ص ۲۶۱) للبلقینیؒ، فتح المغیث (ص ۱۸۱) للعراقیؒ، فتح المغیث (۲/۱۰) للسخاویؒ، تدریب الراوی (۲/۷، ۸) للسیوطیؒ، توضیح الافکار (۲/۱۸۳، ۱۸۴) للامیر یمانیؒ، قواعد التحدیث (ص ۵۳) للقاسمیؒ

2۔ نامور عالم حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے آپ کو عالمِ اسلام کے ”اذکیاء“ (ذہین ترین) لوگوں میں ذکر کیا ہے، اور آپ کی ذکاوت و ذہانت کے متعدد واقعات بھی نقل کیے ہیں۔ (اخبار الاذکیاء، ص ۷۳-۷۶) مولانا محب اللہ شاہ راشدی پیر آف جھنڈا غیر مقلد (م ۱۴۱۵ھ) نے بھی تاریخ کی بعض کتابوں سے امام اعظمؒ کی ذہانت کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ (مقالاتِ راشدیہ ۱/۳۷۴، ۳۷۵)

حدیث سنِ تمیز میں ہوئی، جیسا کہ شارحِ بخاری امام بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

وهو احد الصحابة السبعة الذين ادركهم ابو حنيفة سنة ثمانين وكان عمره سبع سنين من التمييز والادراك من الاشياء.[1]

موصوف اُن سات صحابہ میں سے ایک ہیں کہ جن کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اَسّی کی دہائی میں پایا، اور اُس وقت آپ کی عمر سات سال تھی جو کہ اشیاء میں تمیز اور اُن کے ادراک کی عمر ہے۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) کی تصریح گزر چکی ہے کہ ان سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سنِ تمیز میں ملاقات اور سماعت کی۔ لہٰذا تعریفِ تابعیت کی اس تیسری شرط کے لحاظ سے بھی آپ کا تابعی ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري (۹/۱۳۵، ح ۱۳۹۷)

امام اعظم کا صحابہؓ سے شرفِ صحبت

جہاں تک تابعی ہونے کے لیے چوتھی شرط (اس نے کسی صحابی کی صحبت اٹھائی ہو) کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے بھی آپ تابعی ہیں، کیونکہ بہ سندِ صحیح خود آپ کا اپنا بیان گزر چکا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے، اور متعدد نامور محدثین نے بھی اس پر گواہیاں دی ہیں۔ اب آپ کا بار بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دینا اور ان کی زیارت کرنا، یا اگر اُن کی صحبت اختیار کرنا نہیں تو پھر صحبت کس چیز کا نام ہے!

اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ تو بصرہ کے رہنے والے ہیں، لیکن اس کے باوجود جب بھی وہ کوفہ تشریف لاتے تو امام صاحبؒ ان کی ضرور صحبت اختیار کرتے، جبکہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے اپنے شہر کوفہ میں مقیم تھے۔ تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ بصرہ سے آنے والے صحابی کی تو آپ کو صحبت ملی ہو، جبکہ آپ کے اپنے شہر کوفہ میں مقیم صحابیؓ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحبت سے آپ محروم رہے ہوں؟

الغرض تابعی ہونے کے لیے کتبِ اصولِ حدیث میں جتنی شرائط مذکور ہیں، خواہ وہ جمہور محدثین کے راجح ومختار قول کے مطابق ہوں، یا بعض محدثین کے شاذ ومرجوح مذہب کے مطابق ہوں، وہ سب شرائط بحمد اللہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں پائی جاتی ہیں، اور آپ جیسے جمہور محدثین کے مختار قول کے لحاظ سے تابعی ہیں، ایسے ہی آپ بعض محدثین کی اختیار کردہ تین زائد شرائط کے لحاظ سے بھی تابعی ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ یہ تابعی ہونا آپ کے اُن اوصاف میں سے ہیں کہ جن میں ائمہ متبوعین میں سے کوئی امام بھی آپ کا شریک نہیں ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت سے متعلق غیر مقلدین کے شبہات کا تحقیقی جائزہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت سے متعلق غیر مقلدین کے شبہات کا تحقیقی جائزہ

امام اعظمؒ کی تابعیت کو، الحمد للہ! ہم تفصیلی دلائل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں، اور ان دلائل کے ضمن میں غیر مقلدین حضرات کے اس سلسلے میں بعض شبہات کے جوابات بھی ہم دے چکے ہیں۔ اب ہم تابعیتِ امام اعظمؒ سے متعلق غیر مقلدین کے پھیلائے ہوئے چند دیگر شبہات کے جوابات ذکر کرتے ہیں، تاکہ قارئین کے سامنے یہ مسئلہ بالکل نکھر کر آ جائے، اور قارئین پر یہ بھی واضح ہو جائے کہ غیر مقلدین حضرات کتنے بودے دلائل کے ذریعے امام اعظمؒ کے اس عظیم شرفِ تابعیت کو داغدار کرنے کی سعی نامراد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سمجھ عطا کرے۔ آمین۔

پہلا شبہ: امام اعظمؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ کو افضل کہا

مولانا محمد رئیس ندوی غیر مقلد (م ۱۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

امام (ابوحنیفہؒ) صاحب سے بسند صحیح مروی ہے:

میں نے عطاء (بن ابی رباحؒ) تابعی سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔[1]

اپنے اس فرمان میں امام صاحب نے تصریح کی ہے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور یہ معلوم ہے کہ عطاء تابعی ہیں۔ اس کا مقتضی یہ ہے کہ امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، ورنہ عطاء تابعی کی بابت یہ ہرگز نہیں کہتے، میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام صاحب کے اس فرمان سے ان تمام دعاوی کی تردید ہوتی ہے جن میں کسی

۱۔ بحوالہ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ (۱/ ۳۰)، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ (۱/ ۲۳۸) وغیرہ

صحابی کی رؤیت و روایت کو امام صاحب کے لیے صحیح مانا گیا ہے۔[1]

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی امام اعظمؒ کے اس فرمان سے آپ کے تابعی نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اور اس کو اپنے دعویٰ کے اثبات میں ایک معرکۃ الآراء دلیل قرار دیا ہے۔[2]

جواب: ان دو غیر مقلدین اشخاص نے امام اعظمؒ کی تابعیت کے خلاف آپ کا جو فرمان نقل کیا ہے وہ بلاشبہ آپ سے بسند صحیح ثابت ہے، لیکن ان غیر مقلدین حضرات کا اس فرمان سے امام صاحبؒ کی عدمِ تابعیت پر استدلال کرنا یہ بالکل غلط اور باطل ہے۔ اس لیے کہ امام صاحبؒ کے اس فرمان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں نے حضرت انس وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں دیکھا، بلکہ آپ کے اس فرمان کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ جن حضرات سے ملا ہوں اُن میں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ یعنی حضرت عطاءؒ اپنے طبقہ میں سب سے افضل ہیں۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ سے جیسے یہ ثابت ہے کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، ایسے ہی آپ سے یہ بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ میں نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔ خصوصاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات والی روایت کہ جس کی کئی نامور محدثین (حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ وغیرہ) نے بڑے واشگاف الفاظ میں تصحیح و تحسین کی ہے، جیسا کہ پہلے ہم ان حضرات کی تصریحات نقل کر آئے ہیں۔

اب امام صاحبؒ کے ان دونوں فرامین کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ آپ اپنے جس فرمان میں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو افضل قرار دے رہے ہیں، اس سے آپ کی مراد یہ نہیں ہے کہ میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، بلکہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ میں نے جن صحابہؓ کو دیکھا ہے اُن کے علاوہ میرے جتنے بھی

۱۔ اللمحات إلی ما فی انوار الباری من الظلمات (۱/ ۱۲۰)

۲۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (شمارہ ۷، ص ۲۱)

اساتذہ و مشائخ ہیں، میں نے ان میں حضرت عطاءؒ سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ چنانچہ حضرات محدثین نے بھی اس فرمان کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ مثلاً علم حدیث و رجال کے نامور سپوت حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات ہونے کی تصریح کرنے کے بعد لکھا ہے:

وروی عن عطاء بن ابی رباح، وھو اکبر شیخ لہ وافضلھم علی ما قال.[1]

اور آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت حدیث کی ہے، اور یہ آپ کے سب سے بڑے اور افضل شیخ ہیں، جیسا کہ خود آپ نے فرمایا ہے۔

اسی طرح ذہبیؒ نے "مناقب الامام ابی حنیفہؒ" میں بھی امام صاحبؒ کی تابعیت اور آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہونے کی تصریح کرنے کے بعد لکھا ہے:

وسمع الحدیث من عطاء بن ابی رباح بمکۃ، وقال: ما رایت افضل من عطاء.[2]

آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مکہ مکرمہ میں حدیث کا سماع کیا، اور فرمایا: میں نے عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ذہبیؒ کے شاگرد رشید حافظ صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

ورأی انس بن مالک غیر مرۃ بالکوفۃ، قالہ ابن سعد. روی ابوحنیفۃ عن عطاء بن ابی رباح وقال ما رأیت افضل منہ.[3]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے، جیسا کہ امام محمد بن

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۳۹۰/۶)

۲۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۰، ۱۱)، نیز دیکھئے: تاریخ الاسلام (۹۹۰/۳)

۳۔ الوافی بالوفیات (۷/۱۹)

سعدؒ نے فرمایا ہے۔ اور آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کی ہے، اور ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ: میں نے ان سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ اور حافظ صفدیؒ جیسے محدثین کے نزدیک بھی آپ کے اس فرمان میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستثنیٰ ہیں کہ جن کو امام صاحبؒ نے دیکھا تھا اور آپ کے اس فرمان کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ جتنے بھی مشائخ ہیں، ان میں حضرت عطاءؒ افضل ہیں۔

نیز دیگر کئی محدثین نے بھی امام صاحبؒ کے اس فرمان کا یہی مطلب سمجھا ہے، اور انہوں نے بھی اپنی کتب رجال میں امام اعظمؒ کا ترجمہ لکھتے ہوئے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کی بابت امام صاحبؒ کا مذکورہ فرمان بھی ذکر کیا ہے، اور اس کے ساتھ انہوں نے امام صاحبؒ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رؤیت کی بھی تصریح کی ہے۔[1]

اور آج تک کسی محدث نے امام صاحبؒ کے مذکورہ فرمان سے یہ مطلب اخذ نہیں کیا کہ آپ نے حضرت انس وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات نہیں کی، لہٰذا غیر مقلدین حضرات کا اس فرمان سے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے ملاقات نہ ہونے کا مفہوم کشید کرنا جہاں امام صاحبؒ کی اپنی تصریحات کے سراسر متصادم ہے، وہاں یہ مفہوم محدثین کرام کے متفقہ مفہوم کے بالمقابل ہونے کی وجہ سے بھی باطل ہے۔

اسی طرح یہ مفہوم خود اکابرین غیر مقلدین کی تصریحات سے بھی متصادم ہے۔ مثلاً نامور غیر مقلد عالم مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م ۱۳۳۷ھ) جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کھلم کھلا یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

اللہ تابعی فقد صح انہ رأی انساً.[2]

آپ تابعی ہیں، اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ آپ نے حضرت

۱۔ مثلاً دیکھئے: تہذیب الکمال (۱۰۲/۱۹، ۱۱۸) للمزیؒ، تہذیب التہذیب (۱۲۹/۳، ۶۲۹/۵) لابن حجرؒ

۲۔ تعقیب التقریب (ص ۳)

انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

لیکن اس کے باوجود انہوں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ بیان بھی نقل کیا کہ:

مالقیتُ افضل منه.[1]

میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

معلوم ہوا کہ مولانا امیر علی مرحوم کے نزدیک بھی حضرت عطاءؒ کے متعلق امام اعظمؒ کے اس توصیفی قول سے آپ کی عدم تابعیت پر استدلال کرنا غلط ہے۔

ثانیاً: امام اعظمؒ کی طرح کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے بھی اپنے دیگر ہم طبقہ حضرات کو افضل زمانہ قرار دیا ہے۔ لیکن آج تک کسی نے بھی (بشمول غیر مقلدین) ان کے اقوال کو عموم پر محمول نہیں کیا، اور نہ ہی ان اقوال سے یہ مفہوم اخذ کیا کہ جن صحابہؓ یا تابعین نے اپنے ہم طبقہ حضرات کو افضل زمانہ کہا ہے، وہ صحابہؓ یا تابعین کے زمرے سے خارج ہو گئے ہیں۔ مثلاً:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مَا احْتَذَى النِّعَالَ وَلَا رَكِبَ الْمَطَايَا، وَلَا رَكِبَ الْكُوْرَ رَجُلٌ أَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرٍ.[2]

نہ کسی ایسے شخص نے جوتیاں پہنیں، نہ وہ کسی سواری پر سوار ہوا، اور نہ کسی کجاوے پر بیٹھا کہ جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

یعنی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

اب اس قول کا عمومی مفہوم یہی بنتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام صحابہ بشمول حضرات شیخین (حضرت

1۔ تعقیب التقریب (ص ۳۶)

2۔ سیر اعلام النبلاء (۱۳/ ۵۰۲)، ترجمہ یحییٰ بن محمد بن صاعدؒ (م ۳۱۸ھ)، نیز دیکھئے جامع الترمذی رقم الحدیث (۳۷۶۴)

ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) پر فضیلت دی ہے۔ لیکن اس کا یہ عمومی مفہوم تمام اہل سنت والجماعت کے موقف کے خلاف ہے۔ اس لیے محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بہ سند نقل کرنے کے بعد اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

هذا ثابت عن ابي هريرة ولا ينبغي ان يزعم زاعم ان مذهبه: ان جعفرا افضل من ابي بكر وعمر، فان هذا الاطلاق ليس على عمومه، بل يخرج منه الانبياء والمرسلون. فالظاهر ان اباهريرة لم يقصد ان يدخل ابابكر ولا عمر رضي الله عنهم.[1]

یہ قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، لیکن کسی گمان کرنے والے کے لیے یہ گمان کرنا بالکل نامناسب ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ (اس قول کا) اطلاق اپنے عموم پر نہیں ہے، بلکہ اس سے جس طرح حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خارج ہیں، اسی طرح ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

اب ذیل میں اس طرح کے چند اقوال تابعین عظام کے بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

(۱) امام مکحول شامیؒ (م ۱۱۷ھ) جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں اور غیر مقلدین کو بھی ان کا تابعی ہونا تسلیم ہے، انہوں نے ایک اور جلیل القدر تابعی حضرت ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ الخولانیؒ (م ۸۰ھ) کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

1۔ سیر اعلام النبلاء (۱۳/ ۵۰۲)، ترجمہ یحییٰ بن محمد بن صاعدؒ (م ۳۱۸ھ)

2۔ مثلاً دیکھئے تحقیق الکلام (۱/ ۱۰۸)

ما رأيت مثل ابي ادريس.[1]

میں نے ابو ادریس (عائذ اللہ الخولانیؒ) کی طرح کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(۲) امام ایوب سختیانیؒ (م ۱۳۱ھ) بھی ایک جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کا تابعی ہونا بھی غیر مقلدین کو تسلیم ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور فقیہ تابعی حضرت قاسم بن محمدؒ (م ۱۰۶ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما رأيت رجلاً افضل منه.[2]

میں نے کوئی شخص بھی ان سے افضل نہیں دیکھا۔

(۳) امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ (م ۱۴۳ھ) مدینہ منورہ سے تعلق رکھنے والے ایک نامور تابعی ہیں۔ ان کو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شرفِ ملاقات حاصل ہیں، جن میں سے ایک حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (م ۸۶ھ) بھی ہیں کہ جن کا تعلق مدینہ منورہ سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ فرماتے ہیں:

ما ادركنا بالمدينة احدًا نفضله على القاسم بن محمد.[3]

ہم نے مدینہ منورہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا کہ جس کو ہم حضرت قاسم بن محمدؒ تابعی پر فضیلت دے سکیں۔

(۴) امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ) جو کہ امام المحدثین اور بالاتفاق تابعی ہیں، انہوں نے جن صحابہ کو پایا ہے اور ان سے روایتِ حدیث کی ہے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ اور یہ دونوں قریشی (قریشی) صحابی ہیں۔ لیکن پھر بھی امام ابن شہاب زہریؒ نے ایک تابعی حضرت

۱۔ أسد الغابة (۲/۹)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (۵۳/۵)، تقریب التہذیب (۲۳/۲)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (۳۶۸/۵)، النکت علی مقدمہ ابن الصلاح (ص ۱۲۵) للزرکشی

۴۔ التاریخ الکبیر (۸۵/۳) لابن ابی خیثمہ

۵۔ تہذیب التہذیب (۲۸۴/۵)

علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب (م ۹۳ھ) جو کہ "زین العابدین" کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں، کی بابت فرمایا ہے:

ما رأيت قرشيًا افضل من علي بن الحسين.[1]

میں نے کوئی قرشی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جو حضرت علی بن حسینؓ سے افضل ہو۔

(۵) امام ایاس بن معاویہؒ (م ۱۲۲ھ) جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں،[2] اس کے باوجود وہ تابعیہ حفصہ بنت سیرینؒ (م ۱۰۱ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما ادركت احدًا افضله على حفصة يعني بنت سيرين.[3]

میں نے کسی شخص کو نہیں پایا کہ جس کو حضرت حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہا پر فضیلت دوں۔

(۶) امام حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) جو کبار تابعین میں سے ہیں، ان کے ترجمہ میں امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) اور امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے اسناد متصل علامۃ التابعین امام عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

وذكر الشعبي الحسن فقال: ما رأيت من اهل تلك البلاد رجلاً قط افضل منه.[4]

امام شعبیؒ نے حضرت حسن بصریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے ان شہروں (بصرہ، کوفہ وغیرہ) میں ان سے افضل شخص کوئی نہیں دیکھا۔

حالانکہ امام شعبیؒ کے سن وفات (۱۰۳ ہجری) تک بصرہ و کوفہ وغیرہ میں بکثرت صحابہؓ باحیات تھے، اور ان کی بڑی تعداد کی انہوں نے زیارت بھی کی تھی اور ان میں سے کئی

۱۔ التاریخ الکبیر (۹۲/۳) لابن ابی خیثمہ

۲۔ تہذیب التہذیب (۲۶۳/۱)

۳۔ تدریب الراوی (۲۱۳/۲)

۴۔ الطبقات الکبریٰ (۱۱۹/۷)، تاریخ ابن معینؒ بروایت الدوری (ص ۱۳۰)

حضرات سے احادیث کا سماع بھی کیا تھا۔

قارئین! یہ چند تابعین کے اقوال ہم نے آپ کے گوش گزار کیے ہیں، اس طرح کے اقوال کتبِ رجال میں دیگر کئی تابعین سے بھی ملتے ہیں، لیکن ایک صاحبِ بصیرت اور انصاف پسند شخص کے سمجھنے کے لیے یہ چند اقوال ہی کافی ہیں۔ اب ان تابعین عظام نے اپنے اقوال میں دیگر بعض تابعین کو افضل زمانہ قرار دیا ہے، لیکن آج تک کسی شخص نے (بشمول غیر مقلدین) ان حضرات کے تابعی ہونے کا انکار نہیں کیا، اور نہ ہی ان اقوال سے کسی نے یہ مفہوم اخذ کیا کہ ان تابعین کا دیگر تابعین کو افضل کہنے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انہوں نے کسی صحابیؓ کو نہیں دیکھا۔ لہٰذا اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول (جس میں انہوں نے حضرت جعفر طیارؓ کو افضل ترین شخص کہا) سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) مستثنیٰ ہو سکتے ہیں، اور ان مذکورہ تابعین کے اقوال (جن میں انہوں نے دیگر تابعین کو افضل زمانہ کہا ہے) سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستثنیٰ ہو سکتے ہیں، تو پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول (جس میں انہوں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کو افضل زمانہ قرار دیا ہے) سے حضرت انس وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم (جن کو آپ نے دیکھا تھا) کیوں نہیں مستثنیٰ ہو سکتے؟ غیر مقلدین کا عجیب مزاج ہے کہ جب امام صاحبؒ کی ذات کا معاملہ آتا ہے تو پھر یہ حضرات اپنے طے شدہ اصولوں کو بھی روندھ دیتے ہیں۔ ؎

آپ اپنی اداؤں پہ خود ہی ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

دوسرا شبہ: حافظ ابن حجرؒ نے امام اعظمؒ کو طبقہ سادسہ میں ذکر کیا

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدمِ تابعیت پر دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے:

> حافظ ابن حجر نے (تقریب التہذیب میں) امام صاحب کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے، اور چھٹا طبقہ اُن لوگوں کا (ہے) جن کو کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، چنانچہ خود ابن حجر مقدمۃ الکتاب میں فرماتے ہیں:

> السادسة طبقة عاصروا الخامسة لكن لم يثبت لهم لقاء احد من الصحابة كابن جريج[1]
>
> (چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو کہ طبقہ خامسہ والوں کے معاصر ہیں، لیکن ان کی کسی صحابیؓ سے ملاقات ہونا ثابت نہیں ہے، جیسا کہ ابن جریج رحمہ اللہ ہیں)۔

جواب: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اگرچہ اپنی کتاب "تقریب التہذیب" (۲/۲۲۷) میں امام صاحبؒ کو طبقہ سادسہ میں سے قرار دیا ہے کہ جس طبقہ کی بقول اُن کے کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ لیکن یہ اُن کا تسامح ہے، کیونکہ حافظ موصوف نے خود ہی اپنی مشہور کتاب "تہذیب التہذیب" (۶۲۹/۵) میں آپ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہونے کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے ایک فتویٰ میں بھی امام اعظمؒ کو تابعی قرار دیا ہے، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ایک ایسی سند، جس میں کوئی خرابی نہیں ہے، سے امام ابوحنیفہؒ کی خود اپنی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ حافظ موصوف کا یہ فتویٰ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بحوالہ گزرا ہے۔ نیز اس فتویٰ میں حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی امام صاحبؒ کی ملاقات ہونے کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے یہ دو حوالے اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ "تقریب التہذیب" میں امام صاحبؒ کو طبقہ سادسہ میں شمار کرنا ان کی لغزش اور تسامح ہے۔ اور اس کتاب میں رُواتِ حدیث کے طبقات بیان کرتے ہوئے ان سے دیگر کئی راویوں کی بابت بھی تسامحات ہوئے ہیں۔

---

[1] معیار الحق (ص ۳۲)

حافظ ابن حجرؒ کے "تقریب التہذیب" میں تسامحات

مثلاً امام جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ (م ۱۴۸ھ) جن کے بارے میں امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ کو دیکھا تھا۔[1]

نیز حافظ ابن حجرؒ کے استاذ حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔[2]

ان کو بھی حافظ ابن حجرؒ نے طبقہ سادسہ میں سے قرار دیا ہے۔[3]

اسی طرح کئی رُوات ایسے بھی ہیں کہ جن کے بارے میں خود حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ کو دیکھا ہے یا اُن سے حدیث کی روایت کی ہے۔ مثلاً حمید بن زیاد ابوصخر الخراط صاحب العباءؒ (م ۱۸۹ھ) کے متعلق حافظ موصوف نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔[4]

جبکہ "تقریب التہذیب" میں انہوں نے ان کو طبقہ سادسہ میں سے قرار دیا ہے۔[5]

موصوف نے صلت بن عبداللہ بن نوفل ہاشمیؒ کی بابت لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔[6]

جبکہ "تقریب" میں ان کو "طبقہ سادسہ" میں شمار کر دیا ہے۔[7]

قاسم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (م ۱۳۰ھ تقریباً) کے ترجمہ میں حافظ موصوف نے امام ابن حبانؒ سے یہ قول بلا جرح وقدح نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے جد امجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔[8]

اس کے باوجود انہوں نے اُن کو طبقہ سادسہ کا راوی قرار دیا ہے۔[9]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۶/۲۵۵)
۲۔ فتح المغیث (ص ۳۳۸) طبع دہلی
۳۔ تقریب التہذیب (۱/۱۹۳)
۴۔ تہذیب التہذیب (۳/۴۷)
۵۔ تقریب التہذیب (۱/۲۲۲)
۶۔ تہذیب التہذیب (۴/۵۵۹)
۷۔ تقریب التہذیب (۱/۳۳۰)
۸۔ تہذیب التہذیب (۴/۵۲۳)
۹۔ تقریب التہذیب (۲/۴۱)

ہارون بن رئابؒ کے متعلق حافظ صاحبؒ خود تصریح کرتے ہیں کہ:

انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کی ہے۔[1]

لیکن بایں ہمہ وہ ان کو طبقہ سادسہ میں سے قرار دیتے ہیں۔[2]

یزید بن ابی مریم دمشقی (م ۱۴۰ھ) امام الجامع دمشق کی بابت حافظ صاحبؒ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[3]

لیکن اس کے باوجود ان کو موصوف نے طبقہ سادسہ میں سے قرار دیا ہے۔[4]

یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ دمشقیؒ (م ۱۴۸ھ) کے متعلق موصوف نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کو دیکھا تھا۔[5]

لیکن ان کو بھی وہ طبقہ سادسہ میں سے قرار دیتے ہیں۔[6]

یہ تو حافظ ابن حجرؒ کے اُن رواۃ کے متعلق تسامحات تھے کہ جن کے بارے میں خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے صحابہ کو دیکھا ہے، یا اُن سے روایت کی ہے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اُن کو "تقریب التہذیب" میں "درجہ سادسہ" میں شمار کر دیا ہے۔ ان کے برعکس بعض راوی ایسے بھی ہیں کہ جن کے متعلق حافظ موصوف نے خود لکھا ہے کہ ان کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، لیکن اس کے باوجود ان کو انہوں نے درجہ خامسہ (جو بقول اُن کے اُن لوگوں کا درجہ ہے کہ جن کی صحابہؓ سے ملاقات ثابت ہے) میں سے قرار دے دیا ہے۔ مثلاً امام المغازی محمد بن اسحاقؒ (م ۱۵۰ھ) کو انہوں نے "درجہ خامسہ" کا راوی کہا ہے۔[7] حالانکہ خود ہی ان کی بابت موصوف نے لکھا ہے کہ ان کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔[8]

یہی بات حافظ ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) نے بھی ان کے بارے میں کہی

۱۔ تہذیب التہذیب (۹/۷)
۲۔ تقریب التہذیب (۲/۲۵۷)
۳۔ تہذیب التہذیب (۹/۳۲۶)
۴۔ تقریب التہذیب (۲/۳۳۲)
۵۔ تہذیب التہذیب (۹/۳۳۶)
۶۔ تقریب التہذیب (۲/۳۳۸)
۷۔ تقریب التہذیب (۲/۵۴)
۸۔ الاصابۃ (۵/۱۸۵) ترجمہ مالک بن ابی الشیخؒ

ہے۔[1]

نامور غیر مقلد مولانا بدیع الدین راشدی (م ۱۴۱۶ھ) نے بھی ان کو تبع تابعی کہا ہے۔[2]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی تصریح کے مطابق حافظ ابن حجرؒ نے چوتھے طبقے کے بہت سے رُوات کو بھی پانچویں طبقہ میں شمار کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجرؒ کا امام مکحول کو پانچویں طبقے میں ذکر کرنا ہی درست نہیں۔ کیونکہ ہم توضیح (الکلام) میں امام بخاری وغیرہ کے حوالے نقل کر آئے ہیں کہ صحابہ سے ان کا سماع صحیح ہے۔ امام مکحول ہی نہیں حافظ ابن حجرؒ نے الولید بن قیس کو بھی خامسہ طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ (تقریب، ص ۵۴۲) حالانکہ مسند احمد (ج ۳، ص ۳۸) میں ہے کہ... انہوں نے ابوسعیدؓ سے سنا ہے۔ بتلایئے سماع کی صراحت اور کیا ہوتی ہے؟ اسی طرح الحکم بن عتیبہ کو بھی حافظ ابن حجرؒ نے طبقہ خامسہ میں ہی ذکر کیا ہے (تقریب، ص ۸۱) حالانکہ... انہیں حضرت (عبداللہ) ابن ابی اوفیٰؓ سے سماع حاصل ہے۔ لہٰذا مکحول کو بھی حافظ ابن حجرؒ نے طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے تو ان کا یہ قول درست نہیں۔[3]

پس جب خود غیر مقلدین کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ حافظ ابن حجرؒ سے "تقریب التہذیب" میں رُوات کی درجہ بندی قائم کرتے ہوئے کئی تسامحات ہوئے ہیں، اس لیے اگر اُن سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بھی درجہ قائم کرنے میں تسامح ہو گیا ہے، تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ اس حوالہ کو اتنی اہمیت نہ دیں، بالخصوص جب حافظ موصوف خود یہ اقرار کر چکے ہیں کہ آپ نے حضرت انسؓ وغیرہ کو دیکھا ہے۔

ثانیاً: حافظ ابن حجرؒ کا "تقریب التہذیب" میں امام اعظمؒ کو طبقہ سادسہ میں سے قرار دینا اس لیے بھی مرجوح ہے، کیونکہ باقرار غیر مقلدین یہ کتاب حافظ موصوف کی اُن کتب

۱۔ اسد الغابہ (۱۵/۵)
۲۔ مقالات راشدیہ (۱۳۱/۳)
۳۔ تنقیح الکلام (ص ۳۱۴)

میں سے ہے کہ جن سے وہ مطمئن نہیں تھے، اس کے بالمقابل انہوں نے اپنی کتاب "تہذیب التہذیب" میں امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا جو موقف اختیار کیا ہے وہی راجح ہے، اس لیے کہ "تہذیب التہذیب" کا شمار ان کی اُن پانچ کتب میں ہوتا ہے کہ جن پر وہ مطمئن اور راضی تھے۔ چنانچہ علامہ محمد بن علی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے حافظ ابن حجرؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

ونُقل عنه انه قال، لست راضيًا عن شئ من تصانيفي لأني عملتها في ابتداء الأمر. ثم لم يتهيألي من يحرّرها معي سوى شرح البخاري ومقدمته، والمشتبه، والتهذيب، ولسان الميزان.[1]

حافظ ابن حجرؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں اپنی تصانیف میں سے کسی تصنیف سے بھی راضی نہیں ہوں، کیونکہ میں نے ان کو اپنی ابتدائی زندگی میں لکھا، اور اُس وقت مجھے ایسے ساتھی بھی میسر نہیں آ سکے کہ جو کتب تحریر کرنے میں میری مدد کرتے، البتہ میں اپنی کتب میں سے: شرح بخاری (فتح الباری)، مقدمہ شرح بخاری (هدى السّاري)، اَلْمُشْتَبِه (تَبْصِيْرُ الْمُنْتَبِه بِتَحْرِيْرِ الْمُشْتَبِه)، تہذیب التہذیب، اور لسان المیزان، سے راضی ہوں۔

علامہ شوکانیؒ کے اس حوالے سے واضح ہو گیا کہ "تقریب التہذیب" حافظ ابن حجرؒ کی ابتدائی اور اُن کتب میں سے ہے کہ جن سے وہ خود مطمئن نہیں تھے۔ جبکہ "تہذیب التہذیب" سے وہ پوری طرح مطمئن تھے۔ لہٰذا حافظ موصوف کے "تہذیب التہذیب" والے قول (جس میں انہوں نے امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے رویت کی تصریح کی ہے) کے مقابلے میں ان کا "تقریب التہذیب" والا قول (جس میں انہوں نے امام اعظمؒ کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے) مرجوح اور کالعدم ہے۔

۱۔ اَلْبَدْرُ الطَّالِعُ بِمَحَاسِنِ مَنْ بَعْدَ الْقَرْنِ السَّابِعِ (۶۲/۱)

اور اس پر طرہ یہ کہ انہوں نے اپنے فتویٰ میں بھی امام اعظمؒ کی حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہونے کی صاف تصریح کر دی ہے، جس کی وجہ سے "تقریب" والے قول کا مرجوح ہونا اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

نیز معترض مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے ہی شاگرد و رشید مولانا امیر علی ملیح آبادی غیر مقلد (م ۱۳۳۷ھ) نے حافظ ابن حجرؒ سے اختلاف کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو چھٹے طبقے کی بجائے پانچویں طبقے (جو بقول حافظ ابن حجرؒ ان لوگوں کا طبقہ ہے کہ جن کی صحابہؓ سے ملاقات ثابت ہے) میں سے قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ان کا حوالہ امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق علمائے غیر مقلدین کی تصریحات میں گزرا ہے، لہٰذا مولانا نذیر حسینؒ کے اس موقف کا خود ان کے اپنے شاگرد و رشید کے قلم سے بھی باطل ہونا ثابت ہو گیا۔ الحمدللہ!

تیسرا شبہ: امام دارقطنیؒ نے امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات ہونے سے انکار کیا

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہ کا انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے سماع (سننا) صحیح ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا: لا ولا رؤيته، لم يلحق ابو حنيفة احدا من الصحابة. نہیں، اور نہ ابوحنیفہ کا انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنا ثابت ہے، بلکہ ابوحنیفہ نے تو کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ خطیب بغدادی سے بہت پہلے امام دارقطنی رحمہ اللہ اس بات کا صاف اعلان کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے نہ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور نہ ان سے ملاقات کی ہے۔

تنبیہ: جلیل القدر معتدل امام دارقطنی رحمہ اللہ کا سابق بیان علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ)

۱۔ بحوالہ تاریخ بغداد (ج ۴، ص ۲۰۸، ت ۱۸۹۵)، سوالات السہمی للدارقطنی (ص ۲۶۳، ت ۳۸۳)، العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ لابن الجوزی (۱/۶۵ تحت ح ۷۳)

کی کتاب "تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ" میں محرف و مبدل ہو کر چھپ گیا ہے۔ یہ تحریف شدہ متن اصل مستند کتابوں کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ذیل اللآلی وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی بذاتِ خود علامہ سیوطی کو حافظ ابن الجوزی کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے لگی ہے۔ بہر حال امام دارقطنی سے ثابت شدہ قول کے مقابلے میں سیوطی و ابن الجوزی وغیرہما کے حوالے مردود ہیں۔

ان دونوں (خطیب و دارقطنی) کے اقوال متقدم و اوثق ہونے کی وجہ سے دارقطنی کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے۔[1]

جواب: امام دارقطنیؒ نے اگرچہ امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایتِ حدیث کا انکار کیا ہے، لیکن وہ آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کے منکر نہیں ہیں، بلکہ وہ اس کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب "تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ" میں امام دارقطنی کے شاگرد امام حمزہ سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ کہنا کہ امام دارقطنیؒ کا مذکورہ بیان "تبییض الصحیفہ" میں محرف و مبدل ہو کر چھپ گیا ہے، اس لیے غلط ہے کیونکہ امام سیوطیؒ نے یہ بیان جس طرح "تبییض الصحیفہ" میں نقل کیا ہے، بعینہٖ اسی طرح انہوں نے یہ بیان اپنی کتاب "ذیل اللآلی" میں بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ موصوف ارقام فرماتے ہیں:

قال الدارقطني: لم يلق ابو حنيفة احدا من الصحابة، انما رأى انسا بعينه ولم يسمع منه.[2]

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابیؓ سے بھی حدیث کا سماع نہیں کیا، البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، لیکن ان سے بھی سماع نہیں کیا۔

۱۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (شمارہ ۷۱، ص ۱۹)

۲۔ ذیل اللآلی المصنوعۃ (ص ۱۱۰)

نیز امام سیوطیؒ سے پہلے بھی اور ان سے بعد میں آنے والے کئی محدثین بھی امام دار قطنیؒ کا یہی بیان نقل کرتے آئے ہیں۔

مثلاً امام سیوطیؒ سے بہت پہلے امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) بھی امام دار قطنیؒ کا یہی بیان نقل کر چکے ہیں، چنانچہ وہ بحوالہ امام دار قطنیؒ لکھتے ہیں:

> وابو حنیفة لم یسمع من احد من الصحابة، انما رأی انسا بعینه.[1]
>
> امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی بھی صحابی سے نہیں سنا، البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا ہے۔

امام سیوطیؒ سے متأخر محدث امام علی بن محمد بن علی بن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ) بھی بحوالہ "لسان المیزان"[2] امام دار قطنیؒ کا یہ بیان ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں:

> وقال حمزة السهمی سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابو حنیفة احدا من الصحابة، انما رأی انسا بعینه ولم یسمع منه.[3]
>
> امام حمزہ سہمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام دار قطنیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی، البتہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور ان سے حدیث کا

۱۔ العلل المتناہیہ (۱/۱۲۸)

۲۔ "لسان المیزان" کے مطبوعہ نسخے میں امام دار قطنیؒ کا مذکورہ کلام صرف: "لم یلق ابو حنیفة احدا من الصحابة" تک مذکور ہے، اس سے آگے کی عبارت ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ امام کنانیؒ کے زیر نظر "لسان المیزان" کے نسخے میں یہ پوری عبارت مذکور ہو۔ بہر حال "لسان المیزان" میں مذکور اس ابتدائی عبارت سے بھی امام سیوطیؒ کے نقل کردہ قول کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ان دونوں عبارتوں کے الفاظ ایک جیسے ہیں۔

۳۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (۱/۲۷۱)

سماع نہیں کیا۔

اسی طرح علامہ محمد طاہر الفتنیؒ (م ۹۸۶ھ) کہ جن کو مولانا عطاء اللہ حنیفؒ غیر مقلد نے تحقیق پسند حنفی قرار دیا ہے،[1] نے بھی امام دار قطنیؒ کا یہ قول ان ہی مذکورہ الفاظ سے نقل کیا ہے۔[2]

نیز بزرگ غیر مقلد عالم مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م ۱۳۳۷ھ) نے بھی امام اعظم کی تابعیت کے بیان میں لکھا ہے:

> اور اہل اثبات اپنے ثبوت میں منجملہ دلائل کے ذکر کرتے ہیں کہ حافظ دار قطنی نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے ملاقات نہیں پائی۔ سوائے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے، لیکن فقط ان کو آنکھ سے دیکھا اور ان سے کچھ سنا نہیں۔ کما فی مجمع البحار للفتنی رحمه الله.[3]

پس جب امام سیوطیؒ امام دار قطنیؒ کا یہ قول نقل کرنے میں منفرد نہیں ہیں، تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ قول ان کی کتاب "تبییض الصحیفہ" میں محرف و مبدل ہو کر چھپ گیا ہے۔ باقی زبیر علی زئی نے امام سیوطیؒ کے اس حوالے کو مُحرَّف وَمُبدَّل قرار دینے کی جو یہ دلیل ذکر کی ہے کہ یہ حوالہ اصل مستند کتب "تاریخ بغداد" اور "سوالات السہمی" کے مطبوعہ نسخوں کے خلاف ہے، یہ دلیل خود علی زئی کی اپنی تصریحات کی روشنی میں بھی باطل ہے۔

ذیل میں زبیر علی زئی کی چند تصریحات ملاحظہ کریں کہ جن میں انہوں نے اصل ماخذ اور مستند کتب میں مندرجہ عبارات کے مقابلے میں ان سے منقول کتب کی عبارات کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد (جس کو علی زئی اصل مستند کتاب قرار

۱۔ حاشیہ حیات امام ابو حنیفہؒ (ص ۳۲)

۲۔ مجمع بحار الانوار (۲/۵۰۵)، تذکرۃ الموضوعات (ص ۱۱۱)

۳۔ مقدمہ فتاوی عالمگیری مترجم (۱/۳۸)

دے رہے ہیں) میں امام احمد بن حنبلؒ سے باسند نقل کیا ہے کہ:

كان ابو يوسف منصفاً في الحديث.[1]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ حدیث میں انصاف پسند تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی امام احمد کا یہ قول ان ہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔[2] اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) کی "لسان المیزان" کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں بھی ان ہی الفاظ کے ساتھ یہ قول منقول ہے۔[3] البتہ "لسان المیزان" کے کسی ایک مطبوعہ نسخے میں امام احمد کا یہ قول "كان منصفاً" کے بجائے "كان مضعفاً" کے الفاظ سے چھپ گیا ہے۔ زبیر علی زئی نے اس ایک غلط نسخے کی بنیاد پر "تاریخ بغداد" (جس کو وہ یہاں اصل مستند کتاب قرار دے رہے ہیں) کے حوالے کو غلط قرار دے دیا، حالانکہ "تاریخ بغداد" کے اس حوالے کی تائید دیگر کئی معتبر کتب سے بھی ہو رہی ہے، یہاں تک کہ "لسان المیزان" کے اکثر نسخے بھی اس کے مؤید ہیں، لیکن ان سب حوالہ جات سے علی زئی نے محض اس لیے چشم پوشی کر لی کیونکہ "تاریخ بغداد" کا یہ حوالہ ان کے موقف کے خلاف ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

"تاریخ بغداد" میں غلطی سے "مضعفاً" کے بجائے "منصفاً" چھپ گیا ہے۔[4]

اسی طرح "تاریخ بغداد" (ج ۱۳ ص ۳۲۷) میں ہی امام اعظمؒ کے ایک اور جلیل القدر شاگرد امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ (م ۲۰۴ھ) کے خلاف حسن بن زیاد الحلوانی سے ایک قول منقول ہے۔ اور حسن بن زیاد الحلوانی ایک نامعلوم و مجہول شخص ہے۔ جبکہ "لسان المیزان" کے مطبوعہ نسخے میں یہ قول حسن بن علی الحلوانیؒ (م ۲۴۲ھ)، جو کہ مشہور محدث ہیں، کی

۱۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۴۶)

۲۔ تذکرة الحفاظ (۱/۲۱۴)، طبقات الحفاظ (ص ۱۲۷)

۳۔ مثلاً دیکھئے "لسان المیزان" (ص ۱۸) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت (ج ۶ ص ۳۰۱) مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب (۶/۳۰۰)

۴۔ ماہنامہ الحدیث حضرو (ج ۱۹ ص ۱۸)

طرف منسوب ہو گیا ہے۔ اور "لسان المیزان" کا یہ حوالہ چونکہ علی زئی کے حق میں تھا اس لیے انہوں نے یہاں بھی "تاریخ بغداد"، جو بقول ان کے اصل مستند کتاب ہے، کے حوالے کو طباعت کی غلطی قرار دے کر اس کے مقابلے میں "لسان المیزان" کے حوالے کو ترجیح دے دی ہے۔[1]

نیز "تاریخ بغداد" (ج ۱۳ ص ۳۲۷) میں ہی محمد بن رافع، جو کہ بقول مولانا عبد القادر سندھی غیر مقلد، مجہول شخص ہے،[2] سے بھی امام لؤلؤی رحمہ اللہ کے خلاف ایک قول نقل کیا گیا ہے، جو کہ "لسان المیزان" میں محمد بن رافع نیسابوری (م ۲۴۵ھ) سے منسوب ہو گیا ہے۔ یہاں بھی علی زئی نے "تاریخ بغداد" کے حوالے کو پس پشت ڈالتے ہوئے "لسان المیزان" کے حوالے کو درست قرار دیا ہے۔[3]

اندازہ لگائیں کہ یہ لوگ کس قدر دوغلی پالیسی پر گامزن ہیں کہ جب اپنا فائدہ ہو تو پھر "تاریخ بغداد" وغیرہ کو اصل مستند کتب قرار دے کر ان کے مقابلے میں دیگر تمام کتب کے حوالہ جات کو رد کر دیتے ہیں، لیکن جب "تاریخ بغداد" وغیرہ کتب کے حوالہ جات سے ان کے اپنے کسی موقف پر زد پڑتی ہو تو پھر یہ لوگ اپنی ہی مستند قرار دی ہوئی کتب کے مقابلے میں "لسان المیزان" وغیرہ کتب کو بیچ سے نکال لیتے ہیں۔ فیا للعجب۔

اور تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین نے امام دارقطنیؒ کا قول جن الفاظ سے نقل کیا ہے، وہ "تاریخ بغداد" اور "سوالات السہمی" کے مطبوعہ نسخوں میں امام موصوف کے مندرجہ قول پر راجح ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کی تصریح کی ہے، لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ علامہ خطیبؒ جیسے شخص، جن کو حضرت امام صاحب کی شخصیت سے خصوصی بیر تھا، وہ آپ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کے خلاف امام دارقطنیؒ کے قول کو بطور دلیل پیش کریں، اور پھر خود ہی آپ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کی تصریح بھی کر دیں۔ اس لیے

۱۔ ماہنامہ الحدیث حضرو (۱۹/۳۳)

۲۔ مسند الامام ابی حنیفہ مترجم (ص ۹۲)

۳۔ ماہنامہ الحدیث حضرو (۱۹/۳۳)

لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ علامہ خطیبؒ نے امام دار قطنیؒ کا جو قول نقل کیا ہے اُس میں امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کا اقرار تھا اور سماع کی نفی تھی (جیسا کہ امام سیوطیؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے) لیکن "تاریخ بغداد" کے ناقلین یا ناشرین نے اس قول کو (دانستہ یا نادانستہ) غلط نقل کیا، اور اس قول کے الفاظ: "وَلَا رِوَايَةً" کو "وَلَا رُؤْيَةً" بنا دیا، جس سے اس عبارت کا حلیہ ہی بدل کر رہ گیا۔

اسی طرح "سوالات السہمی" کا جو نسخہ طبع ہوا ہے اُس میں بھی یہی کارستانی کی گئی ہے، اور اس میں بھی جہاں روایت کی نفی تھی، اس کو رؤیت کی نفی میں بدل دیا گیا۔ ورنہ اس کتاب کی طباعت سے کئی سو سال پہلے امام سیوطیؒ اور امام ابن عراقؒ وغیرہ جیسے ثقہ اور ذمہ داران اہل علم نے اس کتاب سے امام دار قطنیؒ کا جو قول نقل کیا ہے، اس میں صرف روایت کی نفی ہے کہ امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت و روایت حدیث ثابت نہیں، لیکن اس میں آپ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کا اثبات ہے۔ اور یہ ناقلین حنفی المذہب بھی نہیں کہ ان پر کسی قسم کے تعصب یا جانبداری کا شبہ کیا جائے، بلکہ یہ شافعی المذہب ہیں، اور آج تک کسی نے ان کی اس نقل کردہ عبارت کو مشکوک قرار نہیں دیا۔ نیز علامہ محمد طاہر فتنیؒ (جن کو غیر مقلدین بھی تحقیق پسند حنفی قرار دیتے ہیں) نے بھی امام دار قطنیؒ کا یہ قول ان ہی الفاظ سے نقل کیا ہے، جیسا کہ ابھی بحوالہ گزرا ہے۔ اور پھر ان محدثین کی نقل کردہ عبارت کی تائید محدثین کے ایک جم غفیر کے اقوال سے بھی ہوتی ہے کہ جنہوں نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت یا روایت کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا امام دار قطنیؒ کا جو قول امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے، اس کو امام موصوف سے منسوب اس قول پر ترجیح ہوگی کہ جو "تاریخ بغداد" اور "سوالات السہمی" کے مطبوعہ نسخوں میں چھپ گیا ہے۔

اور پھر علی زئی کی حواس باختگی کی حد ہے کہ وہ ایک طرف تو یہ کہہ رہے ہیں کہ امام دار قطنیؒ کا قول "تبییض الصحیفۃ" میں محرف و مبدل ہو کر چھپا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اس تحریف و تبدیلی کے ذمہ دار "تبییض الصحیفۃ" کے ناشرین ہیں۔ جبکہ دوسری طرف وہ یہ کہہ

کر اس کی ذمہ داری امام سیوطیؒ پر ڈال رہے ہیں کہ ذیل اللآلی وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی بذات خود علامہ سیوطیؒ کو حافظ ابن الجوزیؒ کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے لگی ہے۔

اب علی زئی کی ان دونوں باتوں میں سے کس کا اعتبار کیا جائے اور کس کا اعتبار نہ کیا جائے؟

نیز علی زئی کا امام سیوطیؒ جیسے ثقہ اور مستند عالم کے بارے میں یہ کہنا کہ سیوطیؒ کو علامہ ابن الجوزیؒ کا کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی لگی ہے، یہ بھی علی زئی نے ایک عجیب و غریب شگوفہ چھوڑا ہے، اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ علی زئی امام سیوطیؒ سے زیادہ سمجھدار ہیں کہ حافظ ابن الجوزیؒ کی ایک سیدھی سی بات سیوطیؒ جیسے جبل علم تو نہ سمجھ سکے، لیکن اس کو زبیر علی زئی جیسا طفل مکتب سمجھ گیا ہے۔ سبحان اللہ!

بت کریں آرزو خدائی کی
واہ! کیا شان ہے تیری کبریائی کی

الحاصل! امام دار قطنیؒ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کا انکار کیا ہے، بلکہ وہ بھی دیگر محدثین کی طرح اس رؤیت کو ثابت مانتے ہیں اور اس سلسلے میں علی زئی وغیرہ غیر مقلدین کے تمام شبہات بالکل غلط اور محض بے بنیاد ہیں۔

اور اگر بالفرض مان ہی لیا جائے کہ امام دار قطنیؒ امام صاحبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رؤیت کے منکر ہیں، تو ان کے اس انکار سے امام صاحبؒ کی تابعیت پر کیا فرق پڑتا ہے؟ جب خود امام صاحبؒ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا تھا، اور محدثین کے ایک جم غفیر (جن کے اقوال ہم پہلے نقل کر آئے ہیں) نے بھی واشگاف الفاظ میں آپ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کی تصریح کی ہے۔ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کے علاوہ بہت سے علماء نے امام صاحبؒ کی

حضرت انسؓ سے رویت کا اقرار کیا ہے۔[1]

نیز ماقبل ہم بکثرت محدثین کی تصریحات بھی نقل کر چکے ہیں جن میں ان محدثین نے امام اعظم کو تابعی قرار دیا ہے، بلکہ امام مجد الدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ھ) نے تو یہاں تک کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بالاتفاق تابعی ہیں۔ اب جب محدثین کے مقابلے میں امام دارقطنیؒ کے ایک شاذ قول (بشرط ثبوت) کی کیا حیثیت ہے؟

زبیر علی زئی نے کمال ہوشیاری سے صرف علامہ خطیب بغدادیؒ کو امام دارقطنیؒ کے مدمقابل کھڑا کیا ہے، اور کہا ہے کہ ان دونوں میں دارقطنیؒ کے متقدم واوثق ہونے کی وجہ سے ان کے قول کو خطیب بغدادیؒ کے قول پر ترجیح ہے۔ حالانکہ یہ علی زئی کا سراسر دھوکہ ہے، اس لیے کہ حضرت انسؓ سے امام صاحبؒ کی رویت کے قائل صرف خطیبؒ ہی نہیں، بلکہ ان کے علاوہ محدثین کا ایک جم غفیر بھی اس کا قائل ہے۔ ان محدثین میں امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) اور ابو احمد الحاکم الکبیر (م ۳۷۸ھ) بھی ہیں جو امام دارقطنی سے متقدم بھی ہیں اور اوثق بھی، لہٰذا اگر اس متقدم واوثق کے اصول کو بھی سامنے رکھا جائے تو پھر بھی امام دارقطنیؒ سے منسوب یہ قول مرجوح ہے۔

آخر میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ زبیر علی زئی نے یہاں جو متقدم واوثق کا اصول پیش کیا ہے، یہ اصول انہوں نے محض امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دشمنی میں گھڑا ہے، ورنہ کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جن میں انہوں نے اپنے اس طے شدہ اصول سے محض اس لیے روگردانی کی ہے کہ اس سے ان کے موقف (احناف دشمنی) پر زد پڑتی ہے۔

مثلاً امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے ان کے شاگرد محمد بن سعد العوفی (م ۲۷۶ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق نقل کی ہے۔ یہ توثیق علی زئی جیسے متعصب سے کیسے برداشت ہو سکتی تھی، اس لیے انہوں نے اس توثیق سے جان چھڑانے کے لیے اس توثیق کے ناقل محمد بن سعد العوفی کو ہی ضعیف قرار دے دیا، اور اس کے بارے میں لکھا کہ:

۱۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (شمارہ ۷۱، ص ۱۸)

محمد بن سعد العوفی کو خطیب البغدادی اور ابن الجوزی دونوں نے لین یعنی ضعیف کہا اور دارقطنی نے "لاباس بہ" قرار دیا۔ جمہور کی ترجیح کی وجہ سے جرح مقدم ہے۔[1]

زبیر علی زئی کا انصاف دیکھیے کہ یہاں ان کو امام ابوحنیفہؒ کی دشمنی میں امام دارقطنیؒ کا متقدم اور اوثق ہونا بھول گیا ہے، اور ان کے مقابلے میں وہ محض دو شخصوں، خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کو جمہور کہہ کر ان کی بات کو ترجیح دے رہے ہیں، جبکہ امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے رویت کے سلسلے میں امام دارقطنیؒ سے منسوب قول کے مقابلے میں خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کے علاوہ محدثین کا ایک جم غفیر ہے، لیکن اس کے باوجود علی زئی نے امام دارقطنیؒ کو متقدم اور اوثق کہہ کر ان کے مشکوک قول کو ترجیح دے دی ہے۔ زبیر علی زئی یہ قلابازیاں محض احناف دشمنی میں کھا رہے ہیں۔ ان کے دوغلے پن کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہماری مطبوعہ کتاب "تناقضات زبیر علی زئی" ملاحظہ کریں۔

چوتھا شبہ: امام حاکمؒ نے امام اعظم کو تبع تابعین میں ذکر کیا

مولانا محمد رئیس ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

امام دارقطنی کے معاصر امام حاکم مصنف "مستدرک" (مولود ۳۲۱ھ ومتوفی ۴۰۵ھ) نے واضح طور پر امام (ابوحنیفہؒ) صاحب کو تابعین کے بعد طبقۂ اتباع تابعین میں شمار کیا ہے۔[3]

۱۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (۷۳/۹)

۲۔ واضح رہے کہ امام دارقطنیؒ، محمد بن سعد العوفی کی توثیق کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ امام حاکم نیشاپوریؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی محمد بن سعد العوفی کی توثیق کی ہے، جیسا کہ امام اعظم کی حضرت انسؓ سے ملاقات والی روایت کی تحقیق میں گزر رہا ہے۔ لہٰذا یہاں علی زئی کا امام دارقطنی کو العوفی کی توثیق میں متفرد باور کروا کر ان کے مقابلے میں خطیب بغدادیؒ اور ابن الجوزیؒ کو جمہور گردانا محض دھوکہ ہے۔

۳۔ اللمحات (۲/۲۵) بحوالہ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۲۳۸)

جواب: امام حاکمؒ کا امام اعظمؒ کو تابعین کی بجائے اتباع تابعین کے عنوان کے ذیل میں ذکر کرنا یہ ان کا وہم اور تسامح ہے۔ اور ان سے یہ تسامح صرف امام صاحبؒ کے متعلق ہی نہیں ہوا، بلکہ اس عنوان کے تحت انہوں نے جن حضرات کے نام گنائے ہیں ان میں بکثرت ایسے لوگ ہیں کہ جن کے تابعی ہونے میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن شبرمہؒ (م ۱۴۴ھ)، عطاء بن سائبؒ (م ۱۳۶ھ) اور فطر بن خلیفہؒ (م ۱۵۳ھ)۔[1]

اور پھر اس سے زیادہ ان کی حیران کن بات یہ ہے کہ انہوں نے "اتباع التابعین" کے بعد "اتباع الاتباع" (وہ لوگ جنہوں نے اتباع تابعین سے ملاقات کی) کا عنوان قائم کیا، اور اس کے ذیل میں امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ)، امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) اور امام حماد بن شعیبؒ (م ۱۷۰ھ) کے نام بھی لکھ دیے ہیں، حالانکہ ان تینوں ائمہ کو خود امام حاکمؒ بھی اتباع تابعین میں سے قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اسی کتاب (معرفۃ علوم الحدیث) میں محولہ صفحہ سے چند صفحات پہلے عنوان "معرفۃ الائمۃ الثقات المشہورین من التابعین واتباعہم (تابعین اور اتباع تابعین میں سے مشہور ثقہ ائمہ کی معرفت) کے تحت امام زفرؒ کا ذکر کیا،[2] جس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک امام زفرؒ کم از کم تبع تابعین میں سے ضرور ہیں۔ اسی طرح امام موصوف نے عنوان "بلدان الرواۃ" (نوع: ۴۲) میں امام ابو یوسفؒ کو ان تابعین اور اتباع تابعین میں ذکر کیا ہے کہ جن کی وفات بغداد میں ہوئی۔[3] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابو یوسفؒ ان کے نزدیک کم از کم اتباع تابعین میں سے ہیں۔ نیز انہوں نے اپنی مشہور کتاب "المستدرک" میں امام ابو یوسفؒ کی تابعین (یحییٰ بن سعید انصاریؒ اور عمرو بن دینارؒ وغیرہ) سے مروی احادیث کو روایت کر کے صراحتاً ان کی تصحیح بھی کی۔[4] نیز امام حماد بن شعیبؒ کی ابو زبیر مکیؒ (جو بالاتفاق تابعی ہیں) سے روایت کردہ

1. دیکھئے بالترتیب "سیر اعلام النبلاء" (۶/ ۳۴۷، ۱۱۰، ۷/ ۳۰)، تقریب التہذیب (۱/ ۵۰۰، ۲/ ۲۷۵، ۱۹)
2. معرفۃ علوم الحدیث (ص ۲۴۹)
3. ایضاً (ص ۲۴۷)
4. المستدرک، رقم الحدیث (۱۳۹۵، ۲۹۹۰)

حدیث کو بھی انہوں نے روایت کر کے اس کو صحیح کہا،[1] جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں حضرات اتباع تابعین میں سے ہیں۔

نیز امام حاکمؒ نے بعض صحابہؓ کو تابعین کے زمرے میں ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ امام کردریؒ (م ۸۲۷ھ)، امام حاکمؒ کے رد میں لکھتے ہیں:

وعد الحكام النعمان وسويد ابنى مقرن المزني في التابعين وهما صحابيان معروفان قد شهدا الخندق.[2]

امام حاکمؒ نے نعمان بن مقرن مزنیؓ اور سوید بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہما کو تابعین میں ذکر کیا ہے، حالانکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں، اور جنگ خندق میں یہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) شامل جہاد تھے۔

حافظ بلقینیؒ (م ۸۰۵ھ)، حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی ان دو صحابہؓ کو تابعین میں شمار کرنے کی وجہ سے امام حاکمؒ پر تنقید کی ہے۔[3]

نیز امام حاکمؒ نے اپنی اس کتاب کی مذکورہ نوع میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو بھی تابعین میں ذکر کر دیا ہے۔[4] حالانکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔

پس جب امام حاکمؒ کی یہ ساری بحث محض اوہام اور تسامحات پر مبنی ہے تو پھر ان کا امام اعظمؒ کو اتباع تابعین میں ذکر کرنا کیونکر معتبر ہو سکتا ہے؟ بالخصوص جب خود غیر مقلدین کو بھی یہ تسلیم ہے کہ امام حاکمؒ آخر عمر میں تغیر حفظ اور غفلت کا شکار ہو گئے تھے۔[5]

نیز ان کا یہ قول امام اعظمؒ کی تابعیت کی نفی ہے، جب کہ ان کے مقابلے میں محدثین کا جم غفیر آپ کی تابعیت کا اثبات کر رہا ہے، اور پچھلے شبہ کے جواب میں بحوالہ غیر مقلدین آ رہا ہے کہ مثبت کو نافی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

1. المستدرک رقم الحدیث (۸۳۲۹)
2. مناقب ابی حنیفۃ (ص ۸) للکردری
3. محاسن الاصطلاح (ص ۴۹۸)، فتح المغیث (ص ۳۷۷) للعراقی، تدریب الراوی (۲/ ۲۳۳)
4. معرفۃ علوم الحدیث (ص ۴۳۸)
5. ماہنامہ الحدیث حضرو (۴۸/ ۵۷)

پانچواں شبہ: امام ابن المبارکؒ وغیرہ نے امام اعظمؒ کی تابعیت سے انکار کیا

غیر مقلد عالم محمد رئیس ندوی نے امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے قول: ''اگر امام صاحب تابعین میں ہوتے تو وہ ان کی طرف محتاج ہوتے''، اور امام خلف بن ایوبؒ (م ۲۱۵ھ) کے قول: ''علم تابعین سے امام ابو حنیفہ کو حاصل ہوا'' سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام صاحبؒ تابعین کے بجائے طبقۂ اتباع تابعین کے فرد ہیں۔ نیز انہوں نے ابو حزام موسیٰ بن عبداللہ خاقانی (م ۳۲۲ھ) وغیرہ کے اقوال کہ جن میں انہوں نے امام صاحبؒ کو تابعین کے بعد آنے والے ائمہ میں ذکر کیا ہے، سے بھی امام صاحبؒ کی عدم تابعیت کا مسئلہ کشید کیا ہے۔[1]

جواب: رئیس ندوی کا یہ شبہ بھی مردود ہے، چنانچہ انہوں نے امام عبداللہ بن مبارکؒ کا جو قول نقل کیا ہے، اس کا جواب بھی خود انہوں نے صاحب ''انوار الباری'' مولانا احمد رضا بجنوریؒ سے نقل کر دیا ہے کہ:

> امام ابن المبارکؒ نے یہ بات اس لیے کہی کہ امام صاحبؒ تابعین کے آخری دور میں پیدا ہوئے۔[2]

اور آپ نے اپنی ولادت (۸۰ ہجری) کے تیس سال بعد (۱۲۰ھ میں) جب آپ کے استاذ مکرم حماد بن ابی سلیمانؒ فوت ہوئے، باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا۔[3] اور اس وقت تابعین کی اکثریت دنیا سے کوچ کر چکی تھی، اور بہت ہی کم تعداد میں تابعین باحیات تھے، جن میں سے کئی حضرات نے آپ سے استفادہ بھی کیا،[4] بلکہ آپ سے استفادہ کرنے والے تابعین میں آپ کے کئی نامور اساتذہ بھی ہیں۔[5] لیکن تابعین کی اکثریت آپ کے علمی فیوض سے محروم رہی۔ اس لیے امام ابن المبارکؒ فرما رہے ہیں کہ اگر امام صاحب کچھ عرصہ پہلے (جب زیادہ تر تابعین بقید حیات تھے) پیدا ہوتے، تو آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں کی بدولت تابعین آپ کے علم کے محتاج ہوتے، اور جس طرح آپ کے ہم عصر

۱۔ الجات (۲/۲۰۳-۲۱۷) ۲۔ انوار الباری (۱/۹۷)
۳۔ عقود الجمان (ص ۱۶۸، ۱۶۹) ۴۔ مسند الامام ابی حنیفہؒ (ص ۳۳) لابی نعیم
۵۔ دیکھئے ہماری کتاب ''امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام'' ص ۲۰۳-۲۰۵

تابعین نے آپ سے استفادہ کیا ہے، اسی طرح ان سے پہلے والے تابعین بھی آپ کو دیکھ کر آپ کے علمی پایہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر لیتے۔

امام خلفؒ کے قول سے بھی امام صاحبؒ کی عدم تابعیت پر استدلال باطل ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ امام صاحبؒ نے دین کا علم زیادہ تر تابعین سے اخذ کیا، اور آپ کے تابعین اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔[1] جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ کو بہت کم استفادہ کا موقع ملا، اور آپؒ نے ان سے صرف پچاس حدیثیں روایت کی ہیں، جیسا کہ پہلے بحوالہ امام کردریؒ گزرا ہے۔ گویا امام صاحبؒ کے علم کا اصل منبع تابعین ہیں، اس لیے امام خلفؒ نے تابعین سے علم آپ کی طرف منتقل ہونے کی بات کی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے صحابہؓ سے حدیثیں نہیں سنیں۔ زیادہ سے زیادہ اس قول کے پیش نظر بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے صحابہؓ سے استفادہ نہیں کیا، اور آپ صرف تابعین کے شاگرد ہیں، لیکن اس سے آپ کا صحابہ کو نہ دیکھنا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ زید نے بکر سے علم حاصل نہیں کیا، تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ زید نے بکر کو دیکھا بھی نہیں۔

باقی محمد رئیس ندوی نے جن اہل علم کے حوالے ذکر کیے ہیں کہ انہوں نے امام صاحبؒ کو تابعین میں ذکر کرنے کی بجائے ائمہ مجتہدین (امام شافعی وغیرہ) کے زمرے میں ذکر کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ جیسے تابعین میں سے ہیں، ویسے ہی آپ ائمہ مجتہدین میں سے بھی ہیں، بلکہ آپ کا ائمہ مجتہدین میں سے ہونا آپ کے تابعی ہونے سے زیادہ مشہور ہے، اس لیے بسا اوقات اہل علم آپ کو تابعین کے بجائے ائمہ مجتہدین میں ذکر کر دیتے ہیں، جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ، شعبیؒ وغیرہ کا ائمہ مجتہدین میں ذکر کرنے کے بجائے تابعین میں ذکر کر دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ حضرات تابعی ہونے کے ساتھ مجتہدین بھی تھے، تو اب جیسے ان حضرات کو جب ائمہ مجتہدین میں ذکر کرنے کے بجائے تابعین میں ذکر کیا جائے تو اس سے ان کے مجتہدین ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی امام صاحبؒ کو بھی جب کوئی اہل علم تابعین کے بجائے ائمہ مجتہدین میں ذکر کر دے تو اس سے بھی آپ کی

۱۔ دیوان الاسلام (۴/۱۵۲) للغزی

تابعیت کی نفی نہیں ہو سکتی۔ اور پھر عدم ذکر سے نفی کیسے لازم آ سکتی ہے؟

الغرض، غیر مقلدین کا یہ شبہ بھی غلط اور بالکل لایعنی ہے۔

چھٹا شبہ: اہل نقل نے امام اعظمؒ کی صحابہؓ سے ملاقات و روایت کو غیر ثابت کہا

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور ان کے مجدد نواب صدیق حسن خانؒ اور ان کے وکیل سلفیت محمد رئیس ندوی وغیرہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے خلاف امام مجدالدین ابن الاثیرؒ، امام نوویؒ، امام یافعیؒ، امام ابن خلکانؒ اور امام محمد طاہر الپٹنیؒ وغیرہ کے حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں جن میں ان محدثین نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا صحابہ سے ملنا یا سماع کرنا اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔[1]

جواب: یہ شبہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اولاً: ان غیر مقلدین حضرات نے یہاں جن محدثین کے بیانات نقل کیے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اپنی طرف سے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے سماعت یا ملاقات کو غیر ثابت نہیں کہا، بلکہ تقریباً ان سب حضرات نے یہ کہا ہے کہ:

واصحابه يقولون انه لقى جماعة من الصحابة وروى عنهم، ولا يثبت ذلك عند اهل النقل.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ آپ صحابہؓ سے ملے ہیں، اور ان سے روایت حدیث کی ہے، جبکہ اہل نقل کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔

اب ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب آپ کے احوال کو دیگر لوگوں سے بہتر جانتے ہیں۔ اور یہ بات اُن محدثین کو بھی تسلیم ہے کہ جن محدثین کے بیانات غیر مقلدین نے یہاں نقل کیے ہیں۔ چنانچہ ان محدثین میں سے ایک امام مجدالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ھ) بھی ہیں کہ جن کی کتاب "جامع الاصول" کا غیر مقلدین نے حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ امام موصوف نے اپنی اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کا ترجمہ لکھتے ہوئے جہاں یہ لکھا ہے

1۔ معیار الحق (ص ۳۰-۳۲)، تبصرۃ الناقد بحوالہ تذکرۃ الراشد بر تبصرۃ الناقد (ص ۲۹۱، ۲۹۲) از علامہ عبدالحی لکھنویؒ، الحیات (۲/۲۲۶-۲۲۳)

کہ آپ کے اصحاب آپ کی صحابہؓ سے ملاقات اور روایت کو ثابت مانتے ہیں، جبکہ اہل نقل کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے، وہاں انہوں نے یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ:

واصحابه هم اخبر بحاله وبقوله من غيرهم، فالرجوع الى ما نقلوه عنه اولى مما نقلوه غيرهم عنه.[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب آپ کے احوال و اقوال کو دیگر لوگوں سے بہتر جانتے ہیں، لہٰذا آپ کی بات جو آپ کے اصحاب نقل کریں اس کی طرف رجوع کرنا اس بات سے اولیٰ ہے جو دیگر لوگ آپ سے نقل کرتے ہیں۔

نیز موصوف نے اپنی مشہور کتاب "المختار" میں امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وابوحنيفة تابعى بلاخلاف، وكان فى زمنه من الصحابة: انس بن مالك بالبصرة، عبدالله بن ابى اوفى بالكوفة، وسهل بن سعد الساعدى بالمدينة، وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة. واهل الحديث واهل النقل يقولون: انه لم يلق منهم احداً، ولا روى عن احد منهم واصحابه يقولون: انه لقى جماعة من الصحابة وروى عنهم.[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آپ کے زمانے میں کئی صحابہؓ باحیات تھے، جیسا کہ بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ، اور مکہ مکرمہ میں حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ۔ اہل حدیث اور اہل نقل کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے کسی صحابی سے نہ ملاقات کی ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے روایت حدیث کی ہے۔ جبکہ آپ کے اصحاب کا کہنا ہے کہ آپ نے

1۔ جامع الاصول (۱۳/۲۶۷)، تتمہ جامع الاصول (۲/۹۵۳)

2۔ المختار من مناقب الاخیار (۳/۲۲۹)

صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی ہے، اور ان سے حدیث کی روایت بھی کی ہے۔

اس بیان میں بھی امام جزریؒ نے امام صاحبؒ کو تابعی بلا اختلاف کہہ کر نامعلوم اہل حدیث اور اہل نقل کے مقابلے میں اصحاب ابی حنیفہؒ کے قول کو ترجیح دے دی ہے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کے نزدیک ان نامعلوم اہل نقل کی بات بالکل درخور اعتناء نہیں ہے، اور نہ ہی ان کی اس بات سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت پر کوئی آنچ آسکتی ہے۔

امام جزریؒ کے علاوہ غیر مقلدین امام اعظمؒ کی تابعیت کے خلاف جن اہل علم کی عبارات پیش کرتے ہیں، ان میں امام محمد یافعیؒ (م ۷۶۸ھ) بھی ہیں، لیکن یہ بزرگ بھی یہ لکھنے کے باوجود کہ امام صاحبؒ کی صحابہ سے ملاقات اور روایت کو اہل نقل غیر ثابت جبکہ اصحاب ابی حنیفہؒ ثابت قرار دیتے ہیں، یہ اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، چنانچہ امام موصوف امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

فقیہ العراق، الامام ابوحنیفة رأی انسا...... قال بعض اصحاب التواریخ ولم یلق احدا منهم ولا اخذ عنه. واصحابه یقولون لقی جماعة من الصحابة وروی عنهم. قال ولم یثبت ذلک عندالنقاد. وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد رأی انس بن مالک رضی اللہ عنه.[1]

اس بیان میں علامہ یافعیؒ نے سب سے پہلے یہ تصریح کی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، کرنے کے بعد بعض اصحاب تواریخ کا قول نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا کسی صحابیؓ سے ملاقات یا روایت کرنا نقاد حدیث کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ جب کہ آپ کے اصحاب ان دونوں چیزوں کو ثابت مانتے ہیں، اور اس کے بعد انہوں نے علامہ خطیب بغدادیؒ کے حوالے سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے

1۔ مرآۃ الجنان (۱/۳۰۹، ۳۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ یافعیؒ کے نزدیک بھی ان بعض اصحاب تواریخ کا امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے ملاقات وروایت کا انکار کرنا خود ان کی اپنی تحقیق کی رو سے بھی غلط ہے، اور علامہ خطیبؒ جیسے ناقد حدیث کی تحقیق کی روشنی میں بھی مرجوح ہے، جب کہ ان کے مقابلے میں اصحاب ابی حنیفہؒ کا قول ہی راجح ہے۔

اسی طرح امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) اور امام ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں بعض اہل نقل کا یہ قول ذکر کرنے کے باوجود، بحوالہ علامہ خطیبؒ لکھا ہے:

آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔[1]

نیز علامہ محمد طاہر الفتنیؒ (م ۹۸۶ھ) نے بھی ان بعض اہل نقل کا یہ قول نقل کرنے کے باوجود امام دار قطنیؒ (۳۸۵ھ) کے حوالے سے امام اعظمؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کو تسلیم کیا ہے۔[2]

اب علمائے غیر مقلدین نے جن محدثین کے بھی ان ادھورے حوالجات سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدم تابعیت پر استدلال کیا تھا، ان سے بھی ثابت ہو گیا کہ جن بعض نامعلوم اہل نقاد نے آپ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایت کو غیر ثابت کہا ہے، ان کا قول مرجوح اور غلط ہے، اور آپ کا صحابہؓ خصوصاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنا ثابت ہے۔ الحمدللہ۔

ثانیاً: ان تمام حوالجات میں اہل نقل کی کوئی تعیین نہیں ہے کہ یہ کون لوگ ہیں، اور ان کے اسماء کیا ہیں؟ اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے کہ نامعلوم اور مجہول لوگوں کی جرح غیر معتبر ہوتی ہے۔

چنانچہ مولانا عبد الرحمان مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

1۔ الاسماء واللغات (۲/۲۱۶) للنووی، وفیات الاعیان (۳/۴۰۱، ۴۰۲) لابن خلکانؒ

2۔ مجمع بحار الانوار (۴/۵۰۵)، تذکرۃ الموضوعات (ص ۱۱۱)

جارح مجہول کی جرح غیر معتبر و نا مقبول ہے۔[1]

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

اگر جارح مجہول ہے تو اہل علم نے جرح کو قبول نہیں کیا۔[2]

ثالثاً: یہ بات بھی غیر مقلدین کو تسلیم ہے کہ کسی چیز کے ثبوت کی نفی اس کے ضعیف اور معدوم ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق مولانا عبد الرحمان مبارکپوری (۱۳۵۳ھ) بحوالہ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لایلزم من نفی الثبوت ثبوت الضعف لاحتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینتفی الحسن.

یہ بات لازم نہیں آتی کہ ثبوت کی نفی سے ضعف ثابت ہو جائے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ لفظ "ثبوت" سے مراد صحت ہو نہ کہ حسن۔[3]

لہٰذا ممکن ہے کہ جن اہل نقل نے امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایتِ حدیث کو غیر ثابت کہا ہے، اس سے ان کی مراد یہ ہو کہ آپ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایتِ حدیث کرنا اگر پایۂ صحت کو نہیں پہنچا ہوا تو پایۂ حسن کو ضرور پہنچا ہوا ہے۔

رابعاً: جو لوگ امام صاحبؒ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایت کو غیر ثابت کہتے ہیں، وہ نافی ہیں، جبکہ خود امام صاحبؒ کی اپنی ذاتِ گرامی، آپ کے اصحاب اور محدثین کا ایک جم غفیر جو آپ کے تابعی ہونے، اور آپ کی صحابہؓ سے ملاقات یا روایت کا قائل ہے، یہ سب مثبت ہیں اور غیر مقلدین حضرات کو یہ قاعدہ بھی تسلیم ہے کہ مثبت کو نافی پر فوقیت ہوتی ہے۔

شیخ ناصر الدین البانی (م ۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ علی النافی، ومن علم حجة علی من لم یعلم.[4]

۱۔ تحقیق الکلام (۲۳/۱) ۲۔ توضیح الکلام (۵۳۳/۱)

۳۔ مقالاتِ مبارکپوری (ص ۳۲۹) بحوالہ نتائج الافکار (۲۹۵/۱)

۴۔ ارواء الغلیل (۱۹۷/۵)، نیز دیکھئے کتاب مذکور (۵۹/۲)

مثبت نافی پر مقدم ہے، اور جو جانتا ہے وہ نہ جاننے والے پر حجت ہے۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) رقم فرماتے ہیں:

اثبات بوجہ مرتبہ علم میں ہونے کے نفی سے جس کی بنا عدم علم پر ہے مقدم ہوتا ہے۔[1]

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

اصول حدیث کا یہ اصول معلوم ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے۔[2]

حافظ زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

اور مشہور اصول ہے کہ نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔[3]

نیز موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔[4]

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد (م ۱۴۱۶ھ) نے علقمہ کا ان کے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سماع کو ثابت کرتے ہوئے ان علماء جو کہ اس کے منکر ہیں، کی تردید میں لکھا ہے کہ:

ان ائمہ (جو کہ حضرت وائلؓ سے علقمہؒ کے سماع کے قائل ہیں) کا دعویٰ اس بنا پر ہے کہ ان کو سماع کا ثبوت ملا ہے۔ اس لیے یہ شبہ نہیں رہا، کیونکہ "من عرف الشیء حجة علی من لم یعرفه" (جس شخص نے کسی چیز کو جان لیا وہ اس پر حجت ہے کہ جو اس کو نہیں جانتا)۔[5]

لہٰذا خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی امام ابن الاثیرؒ وغیرہ محدثین کی مذکورہ بالا عبارات سے امام اعظمؒ کی عدمِ تابعیت پر استدلال کرنا باطل ہے۔

محدثِ جلیل، مورخِ نبیل، شارحِ بخاری امام بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے ان

۱۔ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۱۰۹) ۲۔ مقالاتِ ارشاد الحق اثری (۱۸/۲)

۳۔ ماہنامہ الحدیث، حضرو (۲۶/۱۰۷) ۴۔ نور العینین (ص ۱۲۵)

۵۔ مقالاتِ راشدیہ (۲۱۹/۲)

محدثین کی مذکورہ بالا عبارات کا جواب دیتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے:

فذلك من باب التحامل والتعصب المحض لان ما نقله اصحابه اولى من نقل غيرهم، لكونهم اعرف بحاله وشدة اهتمامهم بامره، والمثبت يرجح على النافي. فان قيل النفاة اثبات ثقات، المثبتون ايضا ثقات اثبات فمن اين الترجيح. وقولهم لايثبت ذلك عند اهل النقل غير صحيح لان الخطيب من اهل النقل وهو قد نقل انه رأى انس بن مالك مع شدة تعصبه على اصحاب ابي حنيفة، وكذلك غيره من ارباب النقل فنقلوا ذلك كما ذكرنا، غاية ما في الباب اكثرهم ينكرون الرواية لا الرؤية.[1]

یہ سب تحامل (بے جا اعتراض) اور محض تعصب کے باب سے ہے، کیونکہ جو کچھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے نقل کیا ہے وہ دیگر لوگوں کی نقل پر مقدم ہے، اس لیے کہ (دیگر لوگوں کے مقابلے میں) اصحابِ ابی حنیفہ آپ کے حال کو زیادہ جاننے والے اور آپ کے معاملے میں شدت سے اہتمام کرنے والے ہیں۔ نیز مثبت کو نافی پر ترجیح ہوتی ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ امام صاحب کی تابعیت کا انکار کرنے والے لوگ پختہ کار اور ثقہ ہیں، (لہٰذا ان کے قول کو ترجیح ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی تابعیت کو ثابت ماننے والے لوگ بھی پختہ کار اور ثقہ ہیں، تو پھر ان منکرین کی بات کو کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے؟ اور پھر ان منکرین کا یہ قول کہ (امام صاحب کا صحابہ کو دیکھنا اور ان سے روایت کرنا) اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں، یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ علامہ خطیب بغدادی، جو اہل نقل میں سے ہیں، انہوں نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا، باوجود اس کے کہ وہ احناف کے بارے میں بہت زیادہ تعصب رکھتے ہیں، اسی طرح دیگر اہل نقل نے بھی امام صاحب کی حضرت انسؓ سے رؤیت کو نقل کیا ہے، جیسا کہ ہم ان کی عبارات پہلے نقل کر چکے

۱۔ مقدمہ اعلاء السنن (قسم دوم، ص ۳۳۰)

ہیں۔ اس بابت زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل نقل کی اکثریت نے امام صاحب کی حضرت انسؓ سے روایت کا انکار کیا ہے، نہ کہ رؤیت کا۔ (بلکہ وہ اس کا اقرار کرتے ہیں، اور یہی امام صاحب کی تابعیت کے لیے کافی ہے)۔

الغرض، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تابعی ہونا ہر دلیل اور ہر لحاظ سے ثابت ہے اور اس کے خلاف غیر مقلدین کے تمام شبہات بے بنیاد ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

ظہور احمد الحسینی

۲۶ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز اتوار

بمقام [illegible] برطانیہ

اشاریہ

آیات واحادیث

اشخاص

کتب و رسائل

Scanned by CamScanner

اماکن

حضرت مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تحقیق کا اعلیٰ ذوق بخشا ہے۔ ان کی کئی محققانہ تصانیف سامنے آچکی ہیں۔ خاص کر حنفیت کا دفاع، جو اس دور کی اہم ضرورت ہے، ان کا خاص موضوع ہے۔ زیر نظر کتاب **"امام اعظم ابوحنیفہؒ کا شرف تابعیت"** بھی ان کے اس ذوق کی آئینہ دار ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے اپنی اس تالیف میں موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ **امام اعظم رحمہ اللہ** کے فضائل و کمالات کا ثبوت نہ صرف ان کی شخصیت کی عظمت ہے، ان کے اصول و قواعد اور فقہ حنفی کی عظمتِ شان کا بھی ثبوت ہے۔ **حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ** کی تابعیت کے ثبوت کے بعد فقہ حنفی کا پیروکار یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ فقہ حنفی براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھے ہوئے مسائل کا مجموعہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: **"مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ"** ہی کا حاصل ہے۔ دل سے دعا ہے، اللہ تعالیٰ مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کی اس تصنیف اور ان کے دوسرے علمی کاموں کو قبول و مقبول فرمائے اور مزید حسنات کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

سلیم اللہ خان
۲۰ شعبان ۱۴۳۶ھ / ۸ جون ۲۰۱۵ء

امام المحدثین، بقیۃ السلف حضرت **مولانا سلیم اللہ خان صاحب** دامت برکاتہم،
رئیس وفاق المدارس العربیہ، پاکستان، صدر مدرس و مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی